مُحدِّثین کا مسلک و مشرب

ایک تحقیقی مطالعہ

از

شیخ اسامہ سید محمود ازہری

ترجمہ، ترتیب، تخریج

شاہد رضا نجمی

شاہ صفی اکیڈمی
SHAH SAFI ACADEMY
A centre for research on
Islamic Studies and Sufism

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیمِ

محدثین کا مسلک و مشرب
ایک تحقیقی مطالعہ

از

شیخ اسامہ سید محمود ازہری

ترجمہ، ترتیب، تخریج

شاہد رضا نجمی

سلسلۂ مطبوعات نمبر (۱۹)

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتاب:	محدثین کا مسلک و مشرب: ایک تحقیقی مطالعہ
تحریر:	شیخ اسامہ سید محمود ازہری
ترجمہ، ترتیب، تخریج	شاہد رضا نجمی
تقریظ	مولانا ابو سعد حسن صفوی
تقدیم:	مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی
سال اشاعت:	اگست ۲۰۱۸ء / ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ
ضخامت:	۱۱۵ صفحات
قیمت:	۶۰ روپے
ناشر:	شاہ صفی اکیڈمی، خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد (یوپی)

Muhaddisin Ka Maslak o Mashrab(Ek Tahqeeqi Mutal'a)

Written by: **Shekh Usama Azhari**

Translated by: **Shahid Raza Najmi**

Published by. **Shah Safi Academy**, Khanqah-e-Arifia

Saiyed Sarawan, Kaushambi, Allahabad U.P.(India) 212213

Ph:9312922956/9559451466, Email:shahsafiacademy@gmail.com

قد أفلح من تزكى

انتساب

اهلِ سنت و جماعت کی نمائندہ جماعتیں

متکلمین، محدثین اور صوفیہ

کے نام

جنہوں نے

باب عقائد میں نقل و عقل کی کشمکش کے وقت اعتدال کی راہ نکالی

لوگوں کے اعتقادی رشتوں کو نصوصِ شرع کی دہلیز سے جوڑ کر رکھا

اسلامی عقائد و افکار کو قلوب میں جاگزیں کیا

اور

سالارِ کاروانِ محبت کی بارگاہ ناز کے آداب نیاز سکھا کر

سوختہ جانوں کو مست و سرشار کر دیا

مشمولات

انتساب		04
پیش گفتار		09
تقریظ	مولانا ابوسعد حسن صفوی	16

مقدمہ

(مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی)

نقل و عقل کی کشمکش	19
پہلا منظر	20
دوسرا منظر	23
اشاعرہ اور صوفیہ کے خلاف محاذ آرائی	26
صفات متشابہہ میں محدثین کا موقف	28
تنزیہ باری تعالیٰ اور عقیدۂ اسلاف	31
محدثین کا صوفیہ سے حصولِ خرقہ	32
صوفیہ و محدثین کی باہمی صحبت و معیت	41
محدثین کا صوفیہ کی قبروں پر دعا اور تبرک	43
عرض آخر	44
کتابیات مقدمہ	47

باب اول

(محدثین کے عقائد)

وہ کتابیں جن سے محدثین کے لیے خاص عقیدے کا وہم ہوتا ہے 54
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا اصولی تعاقب 56
جمہور محدثین کے عقائد 60
امام ابوبکر باقلانی کے تعلق سے امام دارقطنی کی مدح سرائی 63
باب عقائد میں محدثین سے دیگر ائمہ کا اتفاق 64
صفات متشابہات کے تعلق سے محدثین کی آرا 65
امام عامر بن شراحیل شعبی رحمۃ اللہ علیہ 66
امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ 64
امام ابوعبید قاسم بن سلام ہروی رحمۃ اللہ علیہ 67
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ 68
امام ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری رحمۃ اللہ علیہ 70
امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ 71
عبدالباقی مواہبی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ 72
امام ابوعمر ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ 72
امام محی الدین یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ 73
حافظ ابن دقیق العید محمد بن علی قشیری رحمۃ اللہ علیہ 74
حافظ ابوعبداللہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ 74
ابن خزیمہ کی عبارت پر امام ذہبی کا تعاقب 75
امام ذہبی کے تعاقب پر مؤلف کا معروضہ 76

امام محمد بن یوسف ابوحیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ 78
حافظ زین الدین ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ 79
حافظ ابوالفضل عبدالرحیم بن حسین عراقی رحمۃ اللہ علیہ 79
حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ 80
شیخ علی بن سلطان، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ 80
صفات متشابہات کے تعلق سے متأخرین کا موقف 81

باب دوم

تصوف اور صوفیہ کے ساتھ محدثین کا تعلق

● مادحین تصوف محدثین 85
امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ 85
امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ 86
حافظ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات 88
حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر قیسرانی رحمۃ اللہ علیہ 89
فقیہ ابوبکر بن عربی اشبیلی مالکی رحمۃ اللہ علیہ 89
● نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے والہانہ محبت 90
حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی کمالِ محبت 90
حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کی وارفتگی 92
چند اشکالات اور ان کے جوابات 94
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فرطِ محبت 96
● اہل بیت سے تعلق اور صالحین سے تبرک 96

● تصوف سے تعلق رکھنے والے اکابر محدثین	98
امام ابو عبداللہ فراوی رحمۃ اللہ علیہ	98
حافظ محمد بن عیسیٰ نیشاپوری جلودی رحمۃ اللہ علیہ	99
شیخ الحرم ابو ذر عبد بن احمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ	100
● قبروں کے پاس درس و مطالعۂ حدیث	101
● میلادِ نبوی کے موضوع پر تالیفات	102
حافظ ابو الخطاب عمر بن دحیہ کلبی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ	102
حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ	103
حافظ زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ	103
حافظ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ	103
حافظ محمد بن احمد بن جزری شافعی رحمۃ اللہ علیہ	103
حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ	104
حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ	104
حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	104
● نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل	104
حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ	105
● محدثین کی دعائیں	108
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی پرسوز دعا	109

خلاصۂ بحث

پس نوشت	112
کتابیات	113

پیش گفتار

امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ علمائے اسلام کے چار گروہ ہیں۔ (۱) محدثین (۲) متکلمین (۳) فقہا اور (۴) صوفیہ۔

محدثین نے اساسِ دین یعنی احادیثِ رسول ﷺ کی حفاظت کی اور دین کے محافظ کہلائے۔ متکلمین نے قرآن وحدیث میں غور وخوض کر کے اسلام کے عقائد مرتب کیے۔ فقہانے کتاب وسنت سے استدلال کر کے زندگی میں پیش آنے والے حالات ومسائل کا حل بیان کیا۔ رہے صوفیہ تو انھوں نے محدثین، متکلمین اور فقہا کی رفاقت کے ساتھ باطنی پہلوؤں کی اصلاح کی خدمت انجام دی۔ ان ساری جماعتوں میں محدثین کی جماعت کافی فوقیت اور نمایاں خوبیاں رکھتی ہے۔ اس جماعت کی ضرورت اور اس کی جانب رجوع ومراجعے کی حاجت ہر کسی کو ہے۔ اس سے رجوع کیے بغیر نہ متکلمین عقائد مرتب کر سکتے ہیں، نہ فقہا صحیح طور سے مسائل کا استنباط کر سکتے ہیں اور نہ صوفیا اپنا روحانی سفر جاری رکھ سکتے ہیں۔

بعض کرم فرما حضرات محدثین کی یہ علمی شان وشوکت قبول نہ کر سکے اور محدثین کی مخالفت پر اتر آئے۔ مختلف حیلہ سازی اور الزامات واتہامات کے ذریعے انھیں مجروح ومطعون کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ ایک سازش یہ رچی گئی کہ محدثین کو دیگر بڑی جماعتوں متکلمین وصوفیہ سے الگ باور کرا دیا جائے، تاکہ ذہنی سطح پر یہ بات خوب واضح ہو جائے کہ محدثین کا اسلام میں اپنا ایک الگ فرقہ ہے، جو متکلمین وصوفیہ کی راہ سے مختلف ہے۔ اسی خیال کے پیش نظر یہ عام کیا گیا کہ عقائد میں محدثین کا

ایک خاص مسلک ومنہج ہے جو اشاعرہ وماتریدیہ سے الگ ہے، محدثین کے عقائد میں عقیدۂ تشبیہ وتجسیم بھی شامل ہے جو اسلامی مذاق ومزاج کے یکسر منافی ہے۔ محدثین تصوف دشمنی پر آمادہ ہیں، صوفیہ سے انھیں خوب بغض وعناد ہے۔ فاسد بنیاد کے اس حامل نظریے نے محدثین کے حوالے سے مختلف سوالات کھڑے کر دیے:

محدثین کا مسلک کیا ہے؟ عقائد کے حوالے سے محدثین کن افکار ونظریات کے حامل ہیں؟ عقائد کے باب میں اشاعرہ وماتریدیہ سے الگ محدثین کا اپنا کوئی خاص منہج ہے؟ عقائد محدثین میں تشبیہ وتجسیم کا عقیدہ شامل ہے؟ تصوف کی جانب محدثین کا میلان کس حد تک ہے؟ کیا محدثین صوفیہ سے بغض وعناد رکھتے ہیں؟ تصوف پر محدثین کے نقد وجرح کی کیا حقیقت ہے؟

ان سوالات واعتراضات کا جواب ایک اصولی محدث اور فقیہ صوفی سے بڑھ کر کون دے سکتا تھا؟ مصر کے معروف محدث وفقیہ شیخ اسامہ سید محمود ازہری دام ظلہ العالی نے مذکورہ سوالات کے جواب اور الزامات کی تردید ایک مقالے کی صورت میں پیش کی۔ آپ نے "عقیدة المحدثین و صلتهم بالتصوف" کے نام سے ایک وقیع مقالہ لکھا اور ۲۵/اگست ۲۰۱۶ء کو چیچینیا میں منعقد بین الاقوامی "اہل سنت وجماعت کانفرنس" میں پیش کیا، جس میں یہ واضح کیا کہ محدثین اہل سنت ہیں، اہلِ ضلال نہیں۔ نہ تو وہ عقیدے کے معاملے میں تشبیہ وتجسیم کے قائل ہیں اور نہ ہی تصوف دشمنی پر آمادہ ہیں، جیسا کہ ایک مخصوص حلقے میں شعوری طور پر اس خیال کی اشاعت کی کوششیں جاری ہیں۔ اربابِ علم ودانش نے اسے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا اور خوب سراہا۔

شیخ اسامہ ازہری [ولادت: ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء] کا شمار مصر کے ذی علم اور ممتاز اساتذہ میں ہوتا ہے۔ آپ صدر جمہوریۂ مصر "عبدالفتاح السیسی" کے مشیر اعلیٰ

ہیں۔ شدت پسندی کے خلاف آپ کی کتاب ''الحق المبین علی من تلاعب بالدین'' دنیا بھر میں مقبول ہوئی۔ فقہ وفتاویٰ کے حوالے سے آپ سابق مفتی اعظم مصر مفتی جمعہ علی کے نائب تصور کیے جاتے ہیں۔ ''احیاء علوم الحدیث، المدخل الی اصول التفسیر، الاحیاء الکبیر، معجم الشیوخ، اسانید المصریین'' جیسی درجنوں ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں۔

مقالے کی اہمیت اور عالم گیریت کے پیشِ نظر اردو خواں طبقے کو اس سے روشناس کرانا نہایت ہی ضروری تھا۔ اسی ضرورت کے پیش نظر استاذ گرامی مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی صاحب نے اسے اردو زبان میں منتقل کرنے کا مجھے حکم دیا۔ اردو جو میری مادری زبان ہے اس سے بھی میری واقفیت بالکل محدود ہے، یہ تو عربی زبان کا معاملہ تھا، بڑا پریشان ہوا۔ بالآخر اس کا ذکر داعیِ اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی دامت برکاتہم القدسیہ (زیب سجادہ: خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد) سے کیا۔ حضرت نے اپنی پاکیزہ دعاؤں اور حوصلہ بخش کلمات سے نوازا۔ میں نے کام شروع کیا اور چند ہی دنوں میں پورے مقالے کا ترجمہ پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔ مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی صاحب نے ترجمے کا لفظ لفظ بغور پڑھا اور کثیر مقامات پر اصلاحات بھی فرمائی۔ چند دیگر احباب اور حضور داعیِ اسلام دام ظلہٗ کی نظروں سے گزرنے کے بعد یہ مقالہ اشاعت کے لیے تصوف کے موضوع پر خانقاہ سے نکلنے والے رسالے سال نامہ ''الاحسان'' کے حوالے کر دیا گیا۔ تقریباً ۳۵ صفحات پر یہ مقالہ الاحسان کے ساتویں شمارے میں شائع ہوا۔ سال نامہ الاحسان کے بعد عالمی تحریک سنی دعوتِ اسلامی کے علمی وفکری ترجمان ماہنامہ ''سنی دعوتِ اسلامی''، ممبئ نے بھی اسے چار قسطوں (مارچ تا اپریل ۲۰۱۷ء) میں شائع کیا۔

کچھ دنوں بعد فیس بک کے ذریعے مکتبہ دار الاسلام، لاہور، پاکستان کے

نگراں و مہتمم مولانا رضاءالحسن قادری صاحب کا پیغام آیا کہ وہ اس ترجمے کو کتابی شکل میں اپنے مکتبہ سے شائع کرنے کے خواہاں ہیں۔ مولانا موصوف جہد مسلسل اور سعی پیہم والی پاکستان کی ایک علمی شخصیت ہیں، اسلاف کے علمی تراث کے تحفظ کے لیے بے حد کوشاں ہیں، مختلف موضوعات پر خامہ فرسائی بھی فرماتے رہتے ہیں۔ اپنے مکتبہ دار الاسلام کے ذریعے اسلاف کی مختلف کتابیں تخریج و تحقیق کے ساتھ شائع کر چکے ہیں۔ شہید بغداد علامہ اسید الحق قادری بدایونی رحمہٗ اللہ اور دیگر کثیر معاصر علما کی تصانیف بھی ان کے ادارے سے زیورِ اشاعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ اللہ رب العزت ان کی علمی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول کرے اور حسن مزید کی توفیق عطا فرمائے۔ مولانا موصوف کی خواہش پر میں نے مقالے کو کتابی شکل میں مرتب کیا، از سرِ نو تخریج کی، بعض مقامات پر حواشی لگائے اور مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی صاحب سے اس پر ایک وقیع تقدیم لکھنے کی گذارش کی۔ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود حضرت نے تقدیم لکھ کر دی جو شاملِ کتاب ہے۔ یہ مقدمہ موضوع کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے اور متعدد نئی معلوماتی جہات کا انکشاف کرتا ہے۔

ترجمہ، تخریج، ترتیب

● حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ زبان نہایت سادہ اور سلیس ہو۔ فصاحت و بلاغت کے نام پر الفاظ کی بندش اور جملوں کی شدت سے گریز کیا گیا ہے۔

● کتاب کو دو ابواب میں منقسم کر دیا گیا ہے۔ پہلا باب محدثین کے اعتقادی مسلک پر مشتمل ہے اور دوسرا باب تصوف و صوفیہ سے ان کے روابط پر مبنی ہے۔

● اصل تحریر میں صرف بعض مقامات پر حوالے مذکور تھے، وہ بھی ناقص تھے۔ یہاں پر سارے حوالہ جات ابواب و فصول، مصنفین و ناشرین کی وضاحت کے ساتھ از سرِ نو ذکر کیے گئے ہیں۔

● متن کے تحت حوالہ جات میں صرف کتاب، ابواب اور فصول پر اکتفا کیا گیا ہے۔ مصنفین اور ناشرین کا ذکر آخر میں ''کتابیات'' کے تحت کیا گیا ہے۔

● مقالے میں مذکور شخصیات کا ذکر ان کی کنیت، تفصیلی القاب وخطابات کے ساتھ تھا، مگر اصل نام کی وضاحت نہیں تھی، ہم نے اصل نام ذکر کر کے کہیں کنیت اور کہیں معروف لقب باقی رکھا ہے۔ زائد القاب وخطابات کو حذف کر دیا ہے۔

● کتاب میں مذکور تقریباً تمام شخصیات کا سن وفات ہجری وعیسوی ذکر کر دیا گیا ہے۔ ہجری سن وفات کے لیے عموماً [وکی پیڈیا: الموسوعۃ الحرۃ] کا استعمال کیا گیا ہے، جب کہ عیسوی سن وفات کے لیے [Islamicity- Hijri- Gregorain- Converter] کا سہارا لیا گیا ہے۔ خیال تھا کہ ان کی مختصر سوانح حیات بھی ذکر کر دی جائے، مگر شخصیات کی کثرت کی بنا پر ایسا نہ ہو سکا۔

● اصل مقالے میں صرف بعض مقامات پر عنوانات درج تھے، بقیہ ساری عبارتیں ایک ہی تسلسل میں تھیں۔ کتابی ترتیب کے دوران مختلف مقامات پر ذیلی عناوین قائم کر دیے گئے ہیں، تاکہ دورانِ مطالعہ کسی بھی قسم کی اکتاہٹ محسوس نہ ہو۔

● چند جگہوں پر کچھ مفید حواشی بھی لگا دیے گئے ہیں، جن سے عبارت کی تفہیم آسان تر ہو جاتی ہے۔

منت شناسی

اس کتاب کے ترجمے و ترتیب کے دوران جن لوگوں نے جس حیثیت سے بھی دستِ تعاون دراز کیا، میں ان سبھی کا سپاس گزار و منت شناس ہوں۔ خصوصیت کے ساتھ چند لوگوں کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں:

● مرشد گرامی داعیِ اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی (زیب سجادہ: خانقاہ عارفیہ، سید سراواں)، ترجمے اور ترتیب کا آغاز واختتام دونوں آپ کی

مستجاب دعاؤں سے ہوا۔ اللہ رب العزت آپ کا سایۂ عاطفت ہم پر دراز فرمائے!

● صاحب زادۂ گرامی مخدومی مولانا ابوسعد حسن صفوی دام ظلہ کا شکریہ، جنھوں نے میری اس حقیر کاوش کی تحسین فرمائی اور اپنے تقریظی کلمات سے راقم السطور کو عزت بخشی۔ اس کے لیے میں حضرت والا کی خدمت میں سراپا سپاس ہوں۔

● مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی (استاذ: جامعہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد)، آپ کے علم و فضل، فکر و تدبر اور تحقیق و تدقیق کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ماہنامہ خضرِ راہ اور سال نامہ الاحسان کے صفحات پر آپ کے زرنگار قلم کی کرنیں اپنی تابشیں بکھیر کر ارباب علم و ایمان کی نگاہوں کو شادکام کرتی رہتی ہیں۔ آپ ہی کی تحریک پر میں نے اپنا یہ علمی کام شروع کیا تھا۔ آپ کی جانب سے مقالے کی فراہمی، ضروری ہدایات، مشکل عبارتوں کی تفہیم اور بعض حوالوں کی طرف رہنمائی نے میرے کام کو آسان ترین بنا دیا۔ حقیقت یہی ہے کہ آپ کی رہنمائی کے بغیر یہ علمی کام مجھ جیسے کم مایہ کے لیے ممکن نہ تھا۔ آپ نے از اول تا آخر تین مرتبہ مقالے کی اصلاح فرمائی اور اخیر میں اپنی ایک وقیع و گراں قدر تقدیم سے بھی نوازا۔

● مولانا ذیشان احمد مصباحی، مولانا امام الدین سعیدی، مولانا محمد ذکی ازہری (اساتذۂ جامعہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد) اور مفتی زین العابدین اشرفی (ریسرچ اسکالر: شعبۂ دعوت و تحقیق، جامعہ عارفیہ، سید سراواں)، ان حضرات نے اپنا قیمتی وقت نکال کر نہایت ہی خندہ روئی اور کشادہ قلبی کے ساتھ پورے مقالے پر نظر ڈالی، اردو ترجمے کی تصحیح و تنقیح کی اور اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ چند رسمی جملے ان کے اس احسان کا بدل نہیں بن سکتے۔

● میں بے حد ممنون ہوں محبِ گرامی مولانا رضاء الحسن قادری کا۔ آپ ہی کی خواہش پر مقالہ کو نئے رنگ و آہنگ کے ساتھ کتابی شکل میں مرتب کیا گیا۔

اخیر میں اتنا عرض ہے کہ یہ ایک نو آموز طالبِ علم کی پہلی علمی کاوش ہے، جو اربابِ علم وفن سے داد و تحسین کا نہیں، بلکہ دعاؤں کا طالب ہے۔ اگر کسی بھی صاحبِ علم کو کہیں بھی کوئی فروگزاشت نظر آئے تو مطلع فرما کر مخلصانہ علمی تعاون فرمائیں۔

نوید جاں فزا

کتاب کی تکمیل کے بعد آخری نظر ڈالنے کے لیے میں نے اسے مرشد گرامی کے سپرد کیا اور میں خود ۴؍اگست ۲۰۱۸ء کو اپنے دیگر احباب کے ساتھ جامعہ ازہر مصر کے لیے روانہ ہو گیا۔ ۷؍کی صبح کو دہلی سے ہمیں پرواز کرنا تھا۔ ۶؍کی شام کو میں احباب کے ساتھ حضرت سلطان جی خواجہ نظام الدین اولیا کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ مرشد گرامی کی طرف سے مولانا ذیشان احمد مصباحی صاحب نے فون پر بتایا کہ عقیدہ، حدیث اور تصوف کے مضامین پر مشتمل یہ کتاب اس لائق ہے کہ اسے شاہ صفی اکیڈمی الہ آباد سے شائع کیا جائے۔ یہ خبر میرے لیے ایک نوید جاں فزا سے کم نہیں تھی۔ ویسے بھی جس ادارے میں اس کتاب پر پورا کام ہوا، وہی اس کی اشاعت کا اولین مستحق بھی تھا۔ اللہ نے چاہا تو اس کی دوسری اشاعت پاکستان سے سامنے آئے گی۔

فللّٰہ الحمد أولاً و آخراً۔

نیاز مند

شاہد رضا نجمی

۶؍اگست ۲۰۱۸ء، شب ۱۱؍بجے

تقریظ

مولانا ابوسعد حسن صفوی

ڈائریکٹر: شاہ صفی اکیڈمی، خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محدثین، متکلمین اور صوفیہ تینوں علماے اسلام کے تین اہم طبقات سے تعلق رکھتے ہیں، جن میں اول الذکر روایات اسلام اور ثانی الذکر عقائد اسلام کی حفاظت کے متخصص ہیں، جب کہ آخر الذکر اسلام کو دلوں میں اتارنے کے فن کے ماہر ہیں۔ اصول میں یہ سب متفق ہیں، البتہ مناہج کار کے اختلاف کے سبب فروعیات عقائد و مسائل میں بعض دفعہ ان میں جزوی اختلاف پایا جاتا ہے۔ گذشتہ ڈیڑھ ہزار سالہ اسلامی تاریخ اسی اصولی اتفاق اور فروعی اختلاف کے ساتھ آگے بڑھتی رہی ہے۔

گذشتہ دو صدیوں سے امت میں اختلاف و انتشار کی فضا میں جو اُبال آیا ہے، اس کے تحت شعوری طور پر مذکورہ تینوں طبقات کے بیچ کلی تفریق پیدا کرنے کی سعی مذموم بھی شامل ہے۔ اس منحرف فکر میں ہر دن شدت پیدا ہوتی جا رہی ہے اور شر پسند طبقہ بڑی چالاکی سے صوفیہ اور متکلمین کو اسلام و سنیت سے کاٹنے اور دین سے خارج کرنے کے درپے ہے۔ ایسی سنگین صورت حال کے پیش نظر علماے ازہر نے ۲۵/ اگست ۲۰۱۶ء کو چیچینیا میں ''بین الاقوامی اہل سنت و جماعت کانفرنس'' کا انعقاد کیا، جس میں جامعہ ازہر کے ایک فاضل استاذ، محدث و فقیہ شیخ اسامہ سید محمود ازہری دام ظلہ العالی

نے ”عقیدۃ المحدثین و صلتھم بالتصوف“ کے نام سے اپنا وقیع مقالہ پیش کیا اور دلائل وشواہد کی روشنی میں تحقیقی طور پر یہ ثابت کیا کہ محدثین، متکلمین اور صوفیہ کے عقائد میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔ ہاں! عصر حاضر میں سلف کے نام پر محدثین کے مسلک کی غلط تعبیر وتشریح ضرور جاری ہے، حقیقت اور تاریخ سے جس کا کوئی تعلق نہیں۔

قابل مبارک باد ہیں مفتی شاہد رضا نجمی صاحب (ریسرچ اسکالر: شعبۂ تحقیق ودعوت، جامعہ عارفیہ)، جنھوں نے اس علمی مقالے کو بہترین اردو قالب عطا کر کے اردو دنیا کے لیے اسے قابل استفادہ بنایا۔ مزید یہ کہ تخریج وتحشیہ فرما کر اس کی علمیت اور ثقاہت میں اضافہ کیا۔ اللہ کریم ان کی اس کاوش کو قبول کرے اور انہیں مزید علمی خدمات کی توفیق ارزانی فرمائے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس مبسوط مقالے پر اسی معیار کا ایک مبسوط مقدمہ فاضل محقق مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی (استاذ: جامعہ عارفیہ) نے سپرد قلم فرمایا ہے، جو شامل کتاب ہے۔ مقدمے کی خوبی یہ ہے کہ اس کا موضوع بھی وہی ہے، جو اصل مقالے کا ہے، مگر اس کے باوجود مواد کی تکرار سے پاک ہے۔ یہ ڈاکٹر اسامہ کے مقالے پر گراں قدر اضافہ ہے، یا اپنی جگہ خود ایک مبسوط مستقل مقالہ۔

امید ہے کہ یہ کتاب محدثین، متکلمین (اشاعرہ) اور صوفیہ کے مسلک ومشرب کی تفہیم کی راہ میں ایک سنگ میل ثابت ہوگی اور عامۃ المسلمین کے لیے انحراف وتشدد سے نجات کا ذریعہ اور فاضل مولف، مترجم اور تقدیم نگار کے لیے سرمایۂ آخرت بنے گی۔ شاہ صفی اکیڈمی اس کی اشاعت پر بارگاہ حق میں متشکر وممنون ہے۔

(ابو سعد حسن صفوی)

مقدمہ

مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی

استاذ: جامعہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد

باسمہٖ تعالیٰ وتقدس

علم عقائد جسے قدما کی زبان میں علم توحید یا فقہ اکبر بھی کہا جاتا ہے، کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ (۱) وحیِ الٰہی جو کتاب وسنت سے عبارت ہے۔ (۲) عقل جو رب تعالیٰ کا عطا کردہ وہ نور ہے جس سے انسان حقائق کا ادراک کرتا ہے۔ عقائد کی معرفت کے باب میں وحی کی اہمیت تو مسلم ہے ہی، لیکن اس باب میں عقل کے کردار سے بھی چشم پوشی نہیں کی جاسکتی؛ کیوں کہ خود قرآن کریم میں انسانوں کو جہاں حصولِ معرفت کے لیے غور وفکر اور استعمالِ عقل کا حکم دیا گیا ہے، وہیں عملی طور پر وحی ربانی سے ثابت شدہ عقائد کو عقلی دلائل سے مزین کر کے پیش کیا گیا ہے۔

اسی بنا پر امام غزالی قدس سرہٗ نے ''الاقتصاد فی الاعتقاد'' میں عقائد کی ان دونوں اساس کے مقام ومرتبہ کو مثال سے واضح کرتے ہوئے فرمایا:

> عقل کی مثال اس آنکھ کی ہے جو بیماری اور نقص وعیب سے محفوظ ہو اور قرآن کریم کی مثال اس سورج کی ہے جس کی روشنی پھیلی ہو، ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی اس بنا پر چھوڑ دینا کہ دوسرا ان کے پاس موجود ہے، یہ غباوت ہے؛ کیوں کہ جو اس بنا پر

عقل سے اعراض کرے کہ اس کے پاس نورِقرآن موجود ہے تو
اس کی مثال اس شخص کی ہے جو آنکھ بند کر کے سورج کی روشنی
میں آئے، اس کے اور اندھے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا
اور جو صرف عقل پر اکتفا کر کے قرآن سے منھ موڑے اس کی
مثال اس انسان کی ہے جو اندھیرے میں دیکھ رہا ہو، اسے کچھ نظر
نہیں آئے گا۔ معلوم ہوا کہ شرع کے ساتھ عقل ''نور علی نور'' ہے۔

(الاقتصاد فی الاعتقاد، ص:۹، مقدمہ)

نقل وعقل کی کشمکش

اسلام میں جو مختلف فرقے وجود میں آئے، اگر ان کے وجود میں آنے کے اسباب وعلل کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بیشتر فرقے وحی وعقل کے مقام ومرتبہ کی تعیین میں اختلاف کی وجہ سے ہی وجود میں آئے۔ چناں چہ کچھ فرقے مثلا معتزلہ کے یہاں عقل کو نص پر ترجیح دینے کا پہلو غالب رہا، تو کچھ فرقے مثلا مشبہہ اور مجسمہ نے نص کو ہی سب کچھ سمجھا اور فہم نص میں عقل کے رول کا انکار کر کے نصوص کے ظاہر پر عقائد کی بنیاد قائم کر لی۔ ان تمام فرقوں کے برعکس امام ابوالحسن اشعری اور امام ابومنصور ماتریدی اور ان کے متبعین یا نتائج کے لحاظ سے ان کے منہج سے اتفاق رکھنے والے علما نے نور عقل اور نور وحی دونوں سے استفادہ کیا اور عقلیات میں نص پر عقل کے حاکم ہونے کا فیصلہ کیا اور مابعد طبعیات یا الٰہیات میں عقل کو نورِ وحی کے تابع قرار دیا۔

عمومی طور پر عقل کو نور وحی کے تابع قرار دیا اور بعض صورتوں میں نص پر عقل کے حاکم ہونے کا فیصلہ کیا، اس طرح اشاعرہ اور ماتریدیہ علم عقائد میں وسطیت واعتدال کے نمائندے بن کر سامنے آئے۔

یہاں ایک بات ذہن نشین رہے کہ عقل پر نص کو اور نص کو عقل پر ترجیح دینے

کی کشمکش اس وقت شروع نہیں ہوئی جب مختلف فرقے ظہور میں آئے، بلکہ اس کی بنیاد عہد رسالت میں ہی پڑ گئی تھی اور بعد میں یہی فرقوں کی شکل میں رونما ہوئی۔ مثلاً: ذوالخویصرہ تمیمی کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کرتے ہوئے ”**یا رسول اللہ اعدل**“ (صحیح البخاری، باب من ترک قتال الخوارج للتالف۔۔۔ ۶۵۳۴) کہنا وحی پر عقل کو ترجیح دینا ہی تو تھا۔ ایسے ہی جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ **فِنْحَاص** یہودی عالم کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے فنحاص! اللہ سے ڈرو اور اسلام لے آؤ۔ اس نے جواب دیا کہ اے ابوبکر! رب تعالیٰ تو ہمارا محتاج ہے اور ہم تو اللہ سے بے نیاز ہیں، اگر اللہ ہم سے بے نیاز ہوتا تو ہم سے قرض نہ مانگتا۔ (تفسیر طبری زیر آیت: لقد سمع اللہ، الخ) اس یہودی کا قرض کو حقیقی معنیٰ میں لینا اور اللہ کے حق میں معنیٰ حقیقی متعذر ہونے کے باوجود معنیٰ مجازی کو چھوڑ دینا ہی تو مجسمہ کی گمراہی کی بنیاد بنا اور یہی تو نص کو مطلقاً عقل پر ترجیح دینا ہے۔

پھر بعض فرقوں کے یہاں عقل اور عقلیت اور بعض فرقوں کے یہاں نص اور اس کے ظواہر کو قبول کرنے پر جو ترکیز پائی جاتی ہے، اس کے بھی اپنے تاریخی و دینی اسباب ہیں، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

پہلا منظر: صحابہ و تابعین کے بعد عہد اسلامی میں فتوحات کی کثرت کے ساتھ صورتِ حال کچھ اس طرح ہوگئی کہ عقائد کی سطح پر اسلام داخلی اور خارجی دوطرفہ دشمنوں سے گھر گیا۔ داخلی سطح پر وہ مسلمان تھے جو کلمہ پڑھتے تھے لیکن نصوص شریعت کے ساتھ عقلی بنیادوں پر نامناسب تاویلات کے ذریعہ کھلواڑ کر رہے تھے۔ جب کہ خارجی سطح پر وہ ملحدین تھے جن سے گفتگو کے لیے شرعی نصوص سے استدلال کی ضرورت نہیں تھی بلکہ عقلی بنیادوں پر ان کے شبہات کا ازالہ ضروری تھا۔ اب ایسے میں پہلے گروہ کی تردید کے لیے محدثین نے نصوص کو مضبوطی سے تھامے رہنے پر زور دیا اور

ان کی مخالفت کی شدت میں محدثین کی ایک جماعت عمومی طور پر نظر و عقل کے استعمال کی مذمت میں لگ گئی۔ اس طرح سے علی الاطلاق عقل پر ظواہر نصوص کی ترجیح کا ظاہرہ عام ہوا اور پھر انھی اسباب اور بعض دوسرے اسباب کی بنا پر حنابلہ کی ایک جماعت میں تشبیہ و تجسیم کی بدعت آئی اور پھر اسی طرز پر احادیث کی بعض کتابیں بھی مرتب کی گئیں اور ''باب فی اثبات الید'' اور ''باب فی اثبات الرجل والقدم'' جیسے عناوین پر مشتمل مختلف رسائلِ حدیث سامنے آئے۔

دوسری طرف ملحدین کے رد کے لیے ایک جماعت نے نظر و عقل کے استعمال پر توجہ دی، عقلی مناہج استدلال کو باریک بینی سے جانا اور پھر ان ملحدین کے رد میں لگ گئے اور اس طرح اہل الحاد کی بیخ کنی کا کارنامہ انجام دیا، جب کہ محدثین عمومی سطح پر اس میدان میں خدمت نہیں کر سکے؛ کیوں کہ ان کا ارتکاز نصوص پر تھا اور یہاں نصوص کو پیش کر کے اہل الحاد کے خلاف میدان نہیں جیتا جا سکتا تھا۔ البتہ تاویلی فرقے کے رد کی خدمت محدثین نے انجام دی اور ان تاویلیوں کو نصوص کے ظواہر کی طرف لوٹانے میں بڑا کردار ادا کیا، لیکن خود ان محدثین پر بھی منطقی طور پر کچھ منفی اثرات مرتب ہوئے اور کچھ لوگ ظواہر نصوص سے تمسک و استدلال کے جوش میں تشبیہ و تجسیم کی طرف بہک گئے۔ اسی طرح ملحدین کا رد کرنے والے گروہ کے بعض افراد کو بھی نظر و عقل کے بہ کثرت استعمال اور ان سے ہمیشہ بحث و مناقشے کے نتیجے میں کچھ عقلی امراض لگ گئے اور اس طرح مطلقاً نصوص پر عقل کی ترجیح کا ظاہرہ سامنے آیا۔ اپنے عہد میں اس ظاہرے کے سب سے بڑے نمائندے معتزلہ تھے۔ گویا اب خود داخلی سطح پر اسلام دو دشمنوں کے نرغے میں تھا: (۱) معتزلہ (۲) مجسمہ۔ معتزلہ کی وجہ سے عقل پسندی کا ظاہرہ عام ہو رہا تھا اور مختلف اسلامی عقائد مثلاً عذاب قبر وغیرہ کا انکار کیا جا رہا تھا۔ تو دوسری طرف مجسمہ کی وجہ سے علی الاطلاق ظواہر نصوص کی ترجیح کا رجحان

بڑھ رہا تھا اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف حرکت وانتقال، حد وجہت اور تشبیہ وتجسیم کی نسبت کی جا رہی تھی اور اس سلسلے میں سنت کا لبادہ اوڑھ کر اسلاف کے بعض مجمل اقوال سے استدلال کیا جا رہا تھا۔

ایسے میں ایک طرف اہل حق محدثین کی جماعت منہج اسلاف پر قائم رہی اور متشابہ آیات واحادیث کے حوالے سے تفویض کا مسلک اختیار کر کے کنارہ کش ہوگئی اور انھیں اسلام پر وارد کیے جانے والے عقلی شبہات واعتراضات کے ردوابطال سے کوئی سروکار نہیں رہا۔ دوسری طرف علما کی ایک ایسی جماعت تیار ہوئی جس نے دو طرفہ محاذ پر معرکہ آرائی کی، وحی اور نص کو اس کا واجبی حق دیا اور عقل کو بھی اس کا شایانِ شان مقام عطا کیا۔ انھوں نے عمومی طور پر تو نص کی عقل پر ترجیح کا قول کیا اور عمومی احوال میں جہاں ظاہری معنیٰ کا مراد لینا بے تکلف ممکن ہو ظواہر نصوص پر عمل پیرا ہونے کی بات کہی، لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا کہ اگر کہیں ظاہری معنیٰ مراد لینا متعذر ہو جائے تو تفویض وسکوت اختیار کیا جائے، یا پھر سیاق وسباق کے مناسب مجازی معانی مراد لیے جائیں۔ اس جماعت کے سرخیل امام ابوالحسن اشعری ہوئے، جو خود بھی پہلے معتزلی تھے اور دوسری طرف امام ہدایت ابومنصور ماتریدی نے ماوراء النہر کے علاقے میں اسلام کے دوطرفہ دشمنوں سے پنجہ آزمائی کی۔ ان دونوں ائمہ سنت کے مابین کچھ لفظی اختلافات بھی رہے، لیکن دونوں نے دین وسنیت کی نصرت وحمایت کا خوب کام کیا۔ بعد میں ان دونوں کے تلامذہ نے اپنے اپنے بلاد وامصار میں اسی سلسلے کو قائم رکھا۔ چناں چہ پہلے امام سے منسوب ہونے والی جماعت اشاعرہ، جب کہ دوسرے امام سے منسوب ہونے والی جماعت ماتریدیہ کہلائی۔ چوں کہ ان دونوں جماعتوں کا منہج استدلال وحی وعقل میں وحی کو برتری دیتے ہوئے عقل کے ساتھ عدل وانصاف پر مبنی تھا؛ اس لیے ان کے منہج میں جہاں ملحدین کے شبہات کا

ازالہ تھا، وہیں انحراف پر مبنی تاویلات کرنے والوں کا بھی رد تھا۔ چناں چہ یہ منہج امت میں مقبول عام ہوگیا؛ اس کی وجہ یہ رہی کہ اگر چہ اہل حق کی ایک جماعت جو اسلاف کے منہج کی نمائندہ تھی اور جس میں بیشتر محدثین تھے، پہلے سے موجود تھی، مگر چوں کہ انھوں نے عقل ونظر سے خود کو الگ کر رکھا تھا اور ان کے یہاں جدید شبہات کے ازالے کے وسائل وآلات موجود نہیں تھے؛ اس لیے اسلاف کا منہج متأخرین کے عقلی شبہات والے زمانے میں مقبول نہیں ہوسکا اور اس طرح اہل حق کی اکثریت عقیدے میں اشاعرہ وماتریدیہ کے منہج پر، جب کہ ایک چھوٹی سی جماعت اسلاف اور محدثین کے منہج پر قائم رہی۔ (دیکھیں: الملل والنحل، محمد بن عبدالکریم شہرستانی)

چناں چہ عقیدے کے باب میں ہر زمانے میں اہل حق کی دو جماعتیں رہیں: (۱) اشاعرہ وماتریدیہ (۲) محدثین۔ محدثین کا منہج اشاعرہ وماتریدیہ سے ضرور مختلف رہا، لیکن اختلاف اسلوب اور مسائل میں بعض جزوی فروعی لفظی امتیاز کے باوجود نتیجے میں دونوں متفق رہے اور عمومی طور پر تصادم کی صورت حال نہیں رہی، بلکہ ایمانی محبت قائم رہی، اس لیے یہ بات بالکل نہیں کہی جاسکتی کہ محدثین کا عقیدہ اصولی طور پر اشاعرہ وماتریدیہ سے مختلف ہے۔

دوسرا منظر: یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ محدثین کی جماعت سے تعلق رکھنے والے بعض افراد ظواہر نصوص پر عمل، عقل پر وحی کی مطلق ترجیح اور منکرین نصوص یا غیر صحیح تاویلات کرنے والوں کے رد عمل میں اس حد تک پہنچ گئے کہ جہاں حقیقی معانی کا مراد لینا درست نہیں تھا، وہاں بھی حقیقی معانی مراد لے کر تشبیہ وتجسیم کے دلدل میں پھنس گئے۔ چناں چہ بعد کے زمانوں میں حنابلہ کی ایک جماعت ہمیشہ تجسیم کی طرف مائل رہی اور اہل حق حنبلی علما نے ہمیشہ ایسے دراندازعناصر کا رد کیا۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ حافظ ابن جوزی حنبلی اپنی تصانیف میں ایسے لوگوں کا رد کرتے ہیں۔

اپنی کتاب ''صید الخاطر'' میں ''سلفیون جھال'' کے نام سے ایسے ہی عناصر کا انھوں نے رد کیا ہے۔

امام ابن جوزی ''دفع شبه التشبیه باكف التنزیه'' میں پورے ظاہرے کا تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اللہ تمھیں توفیق عطا فرمائے! یہ بات ذہن نشین کرلو کہ میں نے جب امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کا جائزہ لیا تو ان کو علوم میں بلند رتبہ پایا، انھوں نے علوم فقہ اور مذاہب قدما میں خوب اچھی طرح غور وفکر کیا، یہاں تک کہ ہر مسئلے میں ان کے پاس نص یا اشارہ موجود ہے۔ البتہ وہ سلف کے طریقے پر قائم ہیں اور ان کی تصنیفات صرف منقولات پر مشتمل ہیں۔ چناں چہ میں نے آپ کے مذہب کو ان تصانیف سے خالی پایا جس طرح کی تصانیف ان کے حریفوں کے یہاں ہیں۔۔۔
>
> میں نے اپنے اصحاب میں بعض ایسے لوگوں کو پایا جنھوں نے نامناسب طریقے سے اصول پر گفتگو کی ہے اور تین لوگ ابوعبداللہ بن حامد، ان کے شاگرد قاضی ابویعلیٰ اور ابن الزاغوانی کتابیں تصنیف کر بیٹھے۔ ان لوگوں نے اپنی تصانیف سے امام احمد کے مذہب کو عیب دار بنا دیا اور میں نے محسوس کیا کہ وہ عوام کے درجے تک اتر گئے۔ چناں چہ انھوں نے صفات کو حسی تقاضوں پر محمول کیا۔ انھوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: إن الله خلق أدم علی صورته، تو اللہ تعالیٰ کے لیے اضافی طور پر ''صورۃ'' اور ''وجه'' قرار دے دیا، آنکھیں،

منھ، تالو، دانت، ہاتھ، انگلیاں، ہتھیلی، چھوٹی انگلی، بڑی انگلی، انگوٹھا، سینہ، ران، پنڈلیاں، پاؤں سب اللہ کے لیے ثابت قرار دیا اور کہا کہ ہم نے سر کا ذکر نہیں سنا، اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کو چھوا جا سکتا ہے، وہ خود بھی چھوتا ہے اور بندوں کو اپنی ذات سے قریب کرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ سانس بھی لیتا ہے۔۔۔۔۔

ساری باتیں کہنے کے باوجود وہ تشبیہ میں حرج محسوس کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کی جانب تشبیہ کی نسبت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ہی اہل سنت ہیں، جب کہ ان کی گفتگو میں صریح تشبیہ ہے۔۔۔ عام لوگوں کی ایک جماعت ان کی پیروکار بھی ہو گئی ہے۔ چناں چہ میں نے ان کے متبعین اور مقتدا دونوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اے حنابلہ! تم نقل و روایت والے ہو اور تمھارے امام احمد بن حنبل نے کوڑے کھاتے وقت بھی فرمایا تھا: وہ بات میں کیسے کہہ دوں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمائی، اس لیے ان کے مذہب میں ایسی چیز داخل کرنے سے بچو جو ان کے مذہب کا حصہ نہیں۔۔۔

چناں چہ اگر تم یہ کہتے کہ تشبیہ کا وہم پیدا کرنے والی احادیث ہم تو پڑھتے ہیں، لیکن ان کے معانی میں خاموشی اختیار کرتے ہیں تو تم پر کوئی نکیر نہیں کرتا، لیکن تم نے تو ان احادیث کو ظاہر پر محمول کر دیا ہے، یہ قبیح بات ہے، تم لوگ مذہب اسلاف پر قائم اس نیک بندے کے مذہب میں وہ چیز داخل نہ کرو جو اس کے مذہب میں نہیں ہے۔ تم لوگوں نے اس کے مذہب کو قبیح لبادہ اوڑھا دیا

ہے اور اب حال یہ ہوگیا ہے کہ جب حنبلی کہا جاتا ہے تو تجسیم کا
عقیدہ رکھنے والا ہی مراد لیا جاتا ہے۔
(دفع شبہ التشبیہ باکف التنزیہ، ص: ۴ تا ۹)

اشاعرہ اور صوفیہ کے خلاف محاذ آرائی

افسوس کہ علامہ ابن جوزی نے بعض غالی حنابلہ کے حوالے سے جس ظاہرے کا ذکر کیا ہے، وہی ظاہرہ شیخ ابن تیمیہ اور ان کے متبعین کے یہاں بھی پایا جاتا ہے۔(۱) ان کے یہاں ہمیشہ اس بات پر اصرار رہا اور ہے کہ تشبیہ کا وہم پیدا کرنے والی احادیث اپنے ظاہری اور حقیقی معانی پر محمول ہیں اور یہی ادعا رہا کہ حقیقی اہل سنت وہی ہیں، ساتھ ہی مسلسل اشاعرہ وماتریدیہ اور صوفیہ پر چوٹ کیا جاتا رہا۔ دراصل بات یہ ہے کہ صوفیہ باب عقائد میں اشاعرہ کے ہم موقف ہونے کے ساتھ عقائد کو دلوں میں اتارتے ہیں، جب کہ اشاعرہ عقلی سطح پر عقائد کی تفہیم کرتے ہیں؛ اس لیے انھوں نے جہاں اشاعرہ کا رد کیا وہیں صوفیہ کا بھی رد کیا۔ ابن تیمیہ کے بعد بھی ہر زمانے میں خال خال ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے، یہاں تک کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کا زمانہ آیا اور انھوں نے ابن تیمیہ اور ان کے متبعین کی کتابوں سے استفادے کے بعد اسی منہج عقیدہ وعمل کو فروغ دیا اور پھر معتزلہ کی طرح وہابی فکر بھی تیزی کے ساتھ پھیلی اور آج دنیا میں ایسی فکر رکھنے والوں کی ایک بڑی جماعت ہوگئی ہے جو اشاعرہ وصوفیہ کے قتل کو جائز سمجھتی ہے۔

---

(۱) اس ظاہرے کو ملاحظہ کرنے کے لیے شیخ ابن تیمیہ کے ''مجموع الفتاویٰ'' میں ''کتاب الصفات''، خصوصًا ''العقیدة الحمویة'' نامی رسالہ اور محمد بن صالح العثیمین کی ''شرح العقیدة الواسطیة'' اور دوسری سلفی کتبِ عقائد کا مطالعہ کیا جائے۔

اس وقت دنیا میں قتل وغارت گری کے حوالے سے اسلام کی جو غلط شبیہ عام ہوئی ہے، اس کے پیچھے بڑی حد تک یہی فکر اور یہی جماعت کارفرما ہے۔

ان لوگوں نے موجودہ عہد میں پوری قوت کے ساتھ یہ آواز بلند کی کہ صرف وہی اہل سنت ہیں، اشاعرہ وماتریدیہ اہل سنت سے خارج ہیں؛ (۱) کیوں کہ صرف وہی اسلاف کے منہج پر ہیں اور تشبیہ وتجسیم کا وہم پیدا کرنے والی احادیث کے بارے میں محدثین کا منہج اشاعرہ سے بالکل الگ ہے اور محدثین کا منہج بھی متشابہ صفات میں ظاہری معنیٰ مراد لینا ہی ہے۔ (۲) ساتھ ہی اس بات پر بھی ان کا اصرار بڑھا کہ صوفیہ کا اہل سنت سے کوئی لینا دینا نہیں، یہ تو ایک گم راہ اور دخیل جماعت ہے، یہی وجہ ہے کہ محدثین کا صوفیہ سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ (۳) اہل تحقیق کے نزدیک یہ دونوں باتیں باطل ہیں اور سچائی یہ ہے کہ عقیدہ کے باب میں محدثین بھی نتیجے کے لحاظ سے اشاعرہ کے منہج پر رہی ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ متاخرین اشاعرہ صفات متشابہ کی تاویل صحیح کی طرف مائل ہیں، جب کہ متقدمین اشاعرہ تفویض کے قائل ہیں۔ (تبیین کذب المفتری، ص: ۳۸۸) اور تفویض ہی محدثین کا بھی منہج ہے، اس لحاظ سے محدثین بھی اشاعرہ کے موقف پر ہیں۔

---

(۱) دیکھیں: شیخ محمد بن صالح العثیمن کی ''الشرح الممتع علی زاد المستقنع، ۱۱/۳۰۱، دار ابن الجوزی ۱۴۲۲ھ'' اور شیخ سفر بن عبدالرحمٰن حوالی کی ''منهج الاشاعرة فی العقيدة، ص: ۲۲، دار منابر الفکر'' اور اس طرح کی دوسری سلفی منہج پر مبنی عقائد کی کتابیں۔

(۲) دیکھیں: شیخ ابن تیمیہ کی ''مجموع الفتاویٰ''، محمد بن صالح العثیمن کی ''شرح العقيدة الواسطية'' اور دوسری سلفی منہج فکر کی کتب عقائد۔

(۳) وہابی فکر رکھنے والوں کے یہاں قولا وفعلا، تقریرا وتحریرا یہ بات عام ہے اور عمومی طور پر ان کی کتابوں میں یہ بات موجود ہے۔ ان کے علاوہ www.ahlehadith.com پر ''لماذا الصوفية ليسوا من أهل السنة والجماعة؟'' کے عنوان سے ابو معاذ اثری کی تحریر بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

اس مسئلے میں ایک دوسری جہت یہ ہے کہ متقدمین اشاعرہ ہوں یا متأخرین اشاعرہ، یا پھر محدثین، سب کے سب تاویل کے قائل ہیں؛ کیوں کہ تاویل کلام کو ظاہر سے پھیر دینے کا نام ہے اور سب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ احادیث صفات میں نصوص کے ظاہری معانی مراد نہیں لیے جا سکتے اور یہی تاویل ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ محدثین اور متقدمین اشاعرہ کی تاویل اجمالی ہے کہ انھوں نے یہ متعین نہیں کیا ہے کہ کون سا معنیٰ مراد لیا جا سکتا ہے، بلکہ انھوں نے معنی مراد کو رب تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے سکوت اختیار کیا، جب کہ متأخرین کی تاویل تفصیلی ہے؛ کیوں کہ انھوں نے عربی زبان کے لحاظ سے جو ممکنہ صحیح تاویل ہو سکتی ہے، وہ انھوں نے پیش کی ہے۔

صفات متشابہہ میں محدثین کا موقف

اب ذیل میں صفات متشابہ کے باب میں بعض کبار محدثین کی آرا پیش کی جاتی ہیں:

● **امام اعمش (۱۴۸ھ):** یہ بھی تاویل کے قائل ہیں اور حدیث پاک "من تقرب منی شبرا، تقربت منه ذراعا" میں مغفرت اور رحمت مراد لیتے ہیں۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی حسن الظن باللہ)

● **امام سفیان ثوری (۱۶۱ھ):** آپ نے بھی صفات متشابہ کی تاویل کی ہے۔ **وھو معکم اینما کنتم**۔ (الحدید:۴) کے بارے میں معدان نے امام سفیان سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہاں علم الٰہی کے لحاظ سے معیت مراد ہے۔ ان سے ہی احادیث صفات کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ جس طرح وہ حدیثیں آئی ہیں، ان کو اسی طرح گزار دو۔ (سیر اعلام النبلاء، ۷/۲۷۴، طبقہ:۶)

● **امام عبداللہ بن مبارک (۱۸۱ھ):** اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے: **یدنو احدکم من ربه حتی یضع علیه کنفه۔** (کوئی شخص رب تعالیٰ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ رب تعالیٰ اس کو اپنے بازوئے رحمت میں چھپا لیتا ہے۔) امام

بخاری نے فرمایا کہ حضرت ابن مبارک کے نزدیک ''کنف'' کا معنیٰ یہاں ستر ہے۔

(خلق افعال العباد/ بخاری، باب التعرب بعد الہجر ۃ)

● **امام نضر بن شمیل (۲۰۳ھ):** یہ بھی تاویل کے قائل ہیں اور حدیث پاک ''حتی یضع الجبار فیھا قدمہٗ'' میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ ''قدمہ'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کے علم ازلی میں جہنمی تھے۔

(الاسماء والصفات للبیہقی، باب ماذکر فی القدم والرجل)

● **امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ):** امام غزالی فرماتے ہیں کہ میں نے ثقہ ائمہ حنابلہ سے سنا ہے کہ آپ بھی تاویل کے قائل ہیں اور انھوں نے تین احادیث رسول میں، جن سے تجسیم کا شبہ پیدا ہوتا تھا، تاویل کی ہے۔

وہ احادیث یہ ہیں: (۱) الحجر الاسود یمین اللہ فی الارض۔ (معجم اوسط طبرانی، حدیث: ۵۶۳) (۲) قلب المؤمن بین إصبعین من أصابع الرحمٰن۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۲۶۵۴) (۳) إنی لأجد نفس الرحمٰن من ناحیۃ الیمن۔ (معجم کبیر طبرانی، حدیث: ۶۳۵۸) (فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ، الفصل الخامس: القول فی معنی تکذیب الشارع)

مزید وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات میں کوئی تغیر وتبدل نہیں، اور عرش کی تخلیق سے پہلے اور عرش کی تخلیق کے بعد کبھی بھی اس کے لیے حد اور انتہا کا ثبوت نہیں ہے۔ (طبقات الحنابلۃ، طبقہ: ۱، ۲/۲۹۷)

● **امام ترمذی (۲۷۹ھ):** یہ بھی صفات کے باب میں اسلاف کے مذہب پر ہیں اور تفویض کے قائل ہیں۔ چناں چہ فرماتے ہیں: اہل علم ائمہ مثلاً سفیان ثوری، مالک بن انس، ابن مبارک، ابن عیینہ، وکیع وغیرہم کا مذہب یہ ہے کہ اس طرح کی احادیث کی روایت کی جائے گی، ایمان رکھا جائے گا، لیکن اس کی کیفیت کے بارے

میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ اس کا معنیٰ بیان کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی اور نہ اپنے وہم سے کوئی بات کہی جائے گی۔ (سنن الترمذی، باب ماجاء فی خلود اہل الجنۃ واہل النار)

● **امام نووی (۶۷۶ھ):** حدیث نزول کی شرح کرتے ہوئے ''شرح صحیح مسلم''، میں فرماتے ہیں:

> یہ حدیث اور اس طرح کی دوسری احادیث صفات میں دو مذہب مشہور ہیں: پہلا مذہب جمہور اسلاف اور بعض متکلمین کا ہے اور وہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ کے شایانِ شان ان صفات کی جو حقیقت ہو، اس پر ایمان رکھا جائے اور یہ ایمان رکھا جائے کہ اس کا ظاہری اور متعارف معنیٰ مراد نہیں ہے، ہم اس کی تاویل پر گفتگو نہیں کرتے لیکن یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حدوث کی تمام صفات سے پاک ہے۔ دوسرا مذہب اکثر متکلمین اور اسلاف کی ایک جماعت کا ہے اور یہی مذہب امام مالک اور امام اوزاعی سے منقول ہے اور وہ یہ کہ سیاق وسباق کے لحاظ سے ان کی شایانِ شان تاویل کی جائے گی۔ (باب الترغیب فی الدعاء والذکر)

● **ابن دقیق العید (۷۰۲ھ):** یہ بھی تاویل کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں: صفات متشابہ کے بارے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مراد کے مطابق برحق ہیں۔ اور اگر کوئی اس میں تاویل کا قائل ہے تو ہم دیکھیں گے: اگر اس کی تاویل عربی زبان کے تقاضوں کے مطابق قریب ہوگی تو ہم انکار نہیں کریں گے اور اگر تاویل بعید ہوگی تو ہم توقف کریں گے۔ اور تنزیہ کے ساتھ ان احادیث کی تصدیق کریں گے۔ اور جس کا معنیٰ عربوں کے محاورے کے مطابق ظاہر اور قابلِ فہم ہوگا، اسی پر اس کو محمول کریں گے۔ (فتح الباری، کتاب التوحید، باب وکان عرشہٗ علی الماء)

تنزیہ باری تعالیٰ اور عقیدۂ اسلاف

رب تعالیٰ جسم وجسمانیت سے پاک ہے، اس حوالے سے اسلاف کی آرا درج ذیل ہیں:

● **امام علی کرم اللہ وجہہ الکریم (۴۰ھ):** آپ فرماتے ہیں: اللہ موجود تھا اور مکان موجود نہیں تھا اور وہ اب بھی اپنی اسی صفت پر قائم ہے۔

(الفرق بین الفرق، عبدالقاہر بغدادی، ۱/ ۳۲)

● **مزید فرماتے ہیں:** اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرش کی تخلیق اپنی قدرت کے اظہار کے لیے فرمائی ہے۔ عرش اس کے لیے مکان نہیں ہے۔ (ایضا)

● **امام علی زین العابدین (۹۵ھ):** آپ اپنی ایک دعا میں فرماتے ہیں: اے اللہ! تو وہ ذات ہے جسے مکان گھیرے ہوئے نہیں ہے۔

(اتحاف السادۃ للزبیدی، ۴/ ۳۸۰)

● **امام جعفر صادق (۱۴۸ھ):** جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ کسی شے میں ہے، یا کسی شے سے ہے، یا کسی شے پر ہے، اس نے شرک کیا۔

(الرسالۃ القشیریۃ، ص:۶)

● **امام شافعی (۲۰۴ھ):** فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ موجود تھا اور مکان موجود نہیں تھا، چناں چہ اس نے مکان کی تخلیق فرمائی، لیکن اس کے باوجود جس طرح وہ مکان کی تخلیق سے پہلے تھا، ویسے ہی اب بھی وہ اپنی ازلی صفت پر قائم ہے۔ اس کی ذات وصفات میں کوئی تغیر وتبدل نہیں۔ (اتحاف السادۃ للزبیدی، ۲/ ۲۴)

● **امام ابوسلیمان خطابی (۳۸۸ھ):** اللہ تبارک وتعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا یہ معنیٰ نہیں کہ عرش اس سے مماس ہے، یا وہ عرش پر متمکن ہے، یا وہ کسی جہت میں ہے، بلکہ وہ اپنی تمام مخلوق سے جدا ہے۔ یہ عقیدہ توقیفی ہے؛ اس لیے ہم اس کا

اعتقاد رکھتے ہیں، لیکن کیفیت کی نفی کرتے ہیں۔

(فتح الباری، کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء)

● **حافظ ابن عساکر (۵۷۱ھ):** اللہ تعالیٰ اس وقت بھی موجود تھا، جب مکان موجود نہیں تھا۔ پھر اس نے عرش و کرسی کی تخلیق فرمائی، اس کے باوجود وہ مکان کا محتاج نہیں ہے، مکان کی تخلیق کے بعد بھی وہ اسی صفت پر قائم ہے، جس پر وہ پہلے قائم تھا۔ (تبیین کذب المفتری، ابوالقاسم ابن عساکر، ص:۱۵۰)

● **حافظ ابن جوزی (۵۹۷ھ):** آپ کچھ لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ صفات والی احادیث کو حسی معانی پر محمول کرتے ہیں۔ چناں چہ کوئی کہنے والا کہتا ہے: اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ آسمان کی جانب نزول فرماتا ہے اور منتقل ہوتا ہے، لیکن یہ غلط فہم ہے؛ اس لیے کہ انتقال ایک مقام سے دوسرے مقام کی جانب ہوا کرتا ہے اور اس سے مکان کا مکین سے بڑا ہونا لازم آتا ہے اور انتقال کی صفت ماننے کی وجہ سے حرکت بھی لازم آتی ہے اور یہ ساری باتیں اللہ رب العزت کے حق میں محال ہیں۔

(دفع شبہ التشبیہ، ص:۵۸)

ان تمام کبار محدثین کے حوالے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان کا موقف تفویض کا موقف ہے اور ساتھ ہی وہ خود بھی بعض مقامات پر تاویل کا سہارا لیتے ہیں۔

محدثین کا صوفیہ سے حصولِ خرقہ

جہاں تک صوفیہ سے محدثین کے تعلق کی بات ہے تو محدثین و صوفیہ کے باہمی روابط رہے ہیں اور یہ روابط اس قدر مضبوط رہے کہ صوفیہ نے کبار محدثین کو خلافت سے نوازا اور محدثین نے اسے قبول کیا ہے۔ ذیل میں بعض صاحبِ خرقہ محدثین کا ذکر کیا جاتا ہے، جن سے معلوم ہوگا کہ محدثین اور صوفیہ کے کیسے گہرے باہمی روابط رہے ہیں۔

[۱] حافظ ابوطاہر سلفی: (۴۷۸ھ-۵۷۶ھ)

امام حافظ ابو طاہر صدر الدین احمد بن محمد بن سلفہ اصفہانی معروف بہ حافظ سِلَفی، اپنے عہد کے مشہور ترین محدثین میں ہیں۔ ذہبی نے آپ کو امام محدث حافظ، مفتی اور شیخ الاسلام لکھا ہے۔(سیر اعلام النبلاء، ج:۲۱، طبقہ:۳۰، السّلفی)

آپ کو بھی تصوف اور صوفیہ سے تعلق تھا، حافظ ذہبی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے: **اخذ التصوف عن معمر بن احمد اللنبانی**۔ ترجمہ: آپ نے معمر بن احمد لنبانی سے علم تصوف حاصل کیا۔(ایضا)

صاحب ''طبقات الاولیاء'' نے خود حافظ سلفی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: **وکان لباسی من معمر باصبھان بحضرۃ والدی**۔ (طبقات الاولیاء، ص:۵۰۳، سلسلۃ خرقۃ ابن الملقن) میں نے اصفہان میں معمر سے اپنے والد کی موجودگی میں خرقہ پہنا۔ سبکی کی طبقات کے حاشیے میں حافظ سلفی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابو منصور معمر بن احمد لنبانی اصفہانی کے پائے کا کوئی محدث اصفہان میں نہیں تھا۔(۵/۳۳۱، تذکرہ نمبر:۴۵۰)

[۲] حافظ عبد الغنی مقدسی:(۵۴۱-۶۰۰ھ)

آپ اپنے خالہ زاد بھائی شیخ موفق الدین ابن قدامہ کے ہم خرقہ ہیں، اور دونوں نے ایک ساتھ شیخ عبد القادر جیلانی سے خرقہ پہنا ہے، آگے حافظ موفق الدین کے تذکرے میں اس کا بیان آ رہا ہے۔

[۳] حافظ ابن قدامۃ المقدسی:(۵۴۱-۶۲۰ھ)

ذہبی نے ان کو امام وقدوۃ اور مجتہد کے لقب سے یاد کیا ہے۔

آپ کی تصنیف ''المغنی'' مذہب حنبلی کی عظیم ترین کتابوں میں ہے۔

(دیکھیں: سیر اعلام النبلاء، ج:۲۲، طبقہ ۳۳، ابن قدامۃ)

حافظ عبد الرحمن علیمی مقدسی فرماتے ہیں: موفق الدین ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ میں اور حافظ عبد الغنی نے شیخ الاسلام عبد القادر جیلانی سے خرقہ پہنا، ان سے ہم

نے فقہ سیکھی، سماع حدیث کیا، ان کی صحبت سے نفع اٹھایا اور ہمیں صرف پچاس روز کی صحبت مل سکی۔ (المنہج الاحمد، ج:۲،ص:۱۹۱)

[۴] حافظ ابن الصلاح (۵۷۷-۶۴۳ھ)

آپ نے بھی صوفی خرقہ پہنا ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تائید الحقیقۃ العلیۃ وتشیید الطریقۃ الشاذلیۃ'' میں لکھتے ہیں: ابن الصلاح نے فرمایا: میرے پاس خرقہ پہننے کی بہت عالی سند ہے مجھے ابوالحسن موید بن محمد طوسی نے خرقہ پہنایا۔ (ص:۱۲، تحقیق وتخریج: شیخ عاصم ابراہیم حسینی شاذلی درقاوی)

رضی الدین المؤید بن محمد طوسی نیشاپوری کا ذکر ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں کیا ہے اور آپ کو مسند خراسان کے لقب سے یاد کیا ہے۔ (ج:۲۲،طبقہ:۳۲،الطوسی)

[۵] حافظ فقیہ ابوعبداللہ الیونینی: (۵۷۲-۶۵۸ھ)

جمع بین الصحیحین، مسند امام احمد اور صحیح مسلم کے حافظ تھے۔ مشائخ علما مثلاً ابن الصلاح، ابن عبدالسلام، ابن الحاجب، حصری، ابن جوزی وغیرہ ان کا احترام کرتے تھے۔ (دیکھیں: ایضاً) آپ نے بھی شیخ عبدالقادر جیلانی کے مرید وخلیفہ شیخ عبداللہ بطائحی سے خرقہ پہنا۔ ابن رجب لکھتے ہیں:

شیخ عبدالقادر جیلانی کے خلیفہ شیخ عبداللہ بطائحی سے خرقہ پہنا، شیخ صاحب احوال وکرامات عبداللہ یونینی زاہد جن کو اسد الشام کہا جاتا ہے ان کی صحبت میں مستقل رہے اور ان سے نفع اٹھایا۔ (ذیل طبقات الحنابلۃ، ج:۴،ص:۶۵)

[۶] حافظ ابن مسدی: (وفات: ۶۶۰ھ)

ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ان کو الحافظ العلامۃ الرحال لکھا ہے۔ (طبقہ:۱۹، ج:۴،ص:۱۶۰)

صلاح الدین صفدی نے آپ کے اخذ تصوف کے بارے میں لکھا ہے: لبس

الخرقة عن جده أبي موسى ومن الامين عبد اللطيف النرسي ولبسهم من الشيخ عبد القادر۔ ترجمہ: انہوں نے اپنے دادا حافظ ابوموسی سے اور شیخ امین عبد اللطیف نرسی سے خرقہ پہنا اور دونوں نے شیخ عبد القادر سے خرقہ پہنا۔(الوافی بالوفیات، ج:۵،ص:۱۶۶، تذکرہ نمبر:۲۳۳۷)

[۷] امام حافظ نووی: (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ)

امام سخاوی نے اپنی کتاب ''المنہل الروی فی ترجمۃ قطب الاولیاء النووی'' میں طبقات سبکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ طریقت میں ان کے شیخ یٰسین مراکشی ہیں۔(المنہل العذب الروی فی ترجمۃ قطب الاولیاء النووی، ۱/ ۵)

اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شیخ یٰسین کے حوالے سے امام حافظ سخاوی نے ذہبی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے: **إن الشيخ كان يخرج اليه ويتادب معه ويزوره ويرجو بركته ويستشيره في امور۔ (ایضا)**

ترجمہ: امام نووی شیخ یٰسین ابن یوسف مراکشی کا باہر نکل کر استقبال کرتے، ان کے ساتھ اظہار ادب فرماتے، ان کی زیارت کرتے، ان سے برکت کی امید رکھتے اور مختلف امور میں ان سے مشورے لیتے۔

شیخ یٰسین ابن یوسف مراکشی اپنے عہد کے مشہور صاحب دل ہیں، انہوں نے امام نووی کو دس سال کی عمر میں دیکھ کر ہی کہہ دیا تھا کہ یہ بچہ مستقبل کا سب سے بڑا عالم وزاہد ہوگا۔(دیکھیں: البدایہ والنہایہ، ج: ۱۳، ص: ۳۱۲)

[۸] حافظ دمیاطی (۶۱۳ھ-۷۰۵ھ)

آپ کو بھی تصوف اور صوفیہ سے گہرا لگاؤ تھا، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابن الملقن نے اپنی کتاب ''طبقات الاولیاء'' میں آپ کی کئی سند خرقہ کا ذکر کیا ہے۔ ابن الملقن اپنے شیخ زین الدین ابوبکر ابن قاسم جنبلی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

انھوں نے فرمایا کہ مجھے حافظ شرف الدین دمیاطی نے خرقہ پہنایا اور انھوں نے بہاء الدین ابوالحسن علی بن ہبۃ اللہ سے اور علم الدین ابوالحسن علی بن محمود بن احمد صابونی سے۔ (ص: ۴۹۹، مسند خرقۃ ابن الملقن) ان کی یہ سند جنیدی ہے۔ اس کے علاوہ ایک دوسری سند بھی ابوعلی فارمدی کے واسطے سے جنید بغدادی تک پہنچتی ہے۔

[۹] حافظ ابوحیان اندلسی: (۶۵۴-۷۴۵ھ)

آپ کو بھی تصوف اور صوفیہ سے قلبی رشتہ تھا آپ کے بارے میں طبقات ابن الملقن میں لکھا ہے: **اخذ التصوف عن شیخہ قطب الدین القسطلانی۔** انہوں نے قطب الدین قسطلانی سے اخذ تصوف کیا۔ (سلسلۃ خرقۃ ابن الملقن ص:۵۰۶)

[۱۰] حافظ ذہبی: (۶۷۳-۷۴۸ھ)

انھوں نے باضابطہ سہروردی سلسلے میں خرقۂ تصوف پہنا ہے۔

''سیر اعلام النبلاء'' میں اپنے خرقۂ تصوف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مجھے میرے شیخ محدث و زاہد ضیاء الدین عیسی بن یحییٰ انصاری نے قاہرہ میں خرقۂ تصوف پہنایا اور فرمایا کہ مجھے شیخ شہاب الدین سہروردی نے خرقہ پہنایا اور انہوں نے اپنے چچا شیخ ابونجیب سے خرقہ پہنا۔ (ج: ۲۲، طبقہ: ۳۳، السہر وردی)

ذہبی نے اپنی معجم الشیوخ اور تاریخ الاسلام میں اپنے شیخ کا تذکرہ کیا ہے۔ (حرف العین، تذکرہ نمبر: ۵۹۸، ص: ۴۱۱، ۴۱۲)

[۱۱] حافظ ابن کثیر: (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ)

امام حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، آپ کا شمار صوفیہ پر شدید نکیر کرنے والوں میں ہوتا ہے لیکن آپ نے اخیر عمر میں اس سے رجوع کر لیا، صوفیہ کے قائل ہو گئے اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے شاذلی نسبت سے بہرہ ور ہوئے۔

حافظ صلاح الدین صفدی نے اپنی کتاب ''الوافی بالوفیات'' میں امام شاذلی کے تذکرے میں لکھا ہے: میں نے اپنے شیخ عماد الدین ابن کثیر کو دیکھا ہے کہ وہ شیخ ابوالحسن شاذلی کی مخالفت سے رک گئے تھے، ان کی ان عبارتوں میں توقف کرتے تھے اور ان کی شخصیت کے بارے میں حیران تھے، کیوں کہ شاذلی طریقے پر انہوں نے تصوف اختیار کر لیا تھا، شیخ نجم الدین اصفہانی نزیل حرم سے اخذ تصوف کیا اور یہ شیخ نجم الدین شیخ ابوالعباس مرسی کے صحبت یافتہ ہیں جو کہ امام شاذلی کے صحبت یافتہ ہیں۔ (ترجمۃ الشاذلی، ج:۲۱، ص:۱۴۱-۱۴۲)

حافظ صلاح الدین صفدی نے یہی بات اپنی کتاب ''نکت الھمیان'' میں بھی لکھی ہے: (دیکھیں: ترجمۃ الشاذلی، ۲۱۳، حرف العین)

[۱۲] حافظ عراقی (۷۲۵ھ-۸۰۶ھ)

حافظ زین الدین ابو الفضل عبد الرحیم عراقی شافعی، اپنے زمانے کے مشہور حفاظ حدیث میں ہیں۔ آپ نے بھی خرقہ تصوف پہنا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''الدرر الکامنۃ'' میں لکھا ہے:

لبس الحافظ العراقی الخرقة علی ید مجد الدین الطبری۔

ترجمہ: حافظ عراقی نے مجد الدین طبری سے خرقہ پہنا ہے۔ (۲/ ۲۰۴)

ایک دوسرے مقام پر لکھا ہے: **ولبسها ایضا من محمد بن عطاء الله ابو البرکات الاسکندری الشاذلی۔** (الدرر الکامنہ، ج:۳، ص:۱۸۰، حرف المیم) یوں ہی امام سخاوی نے ''المقاصد الحسنۃ'' میں بھی لکھا ہے کہ حافظ عراقی نے خرقہ تصوف پہنا ہے۔ (ص:۵۲۷، حرف اللام) یہ محمد بن عطاء اللہ اسکندری شاذلی مشہور صوفی احمد ابن عطاء اللہ صاحب حکم عطائیہ کے بھائی ہیں اور مجد الدین طبری اور حافظ عراقی کے اساتذۂ حدیث میں بھی ہیں۔

[۱۳] حافظ ابن الملقن: (۷۲۳ھ-۸۰۶ھ)

امام حافظ ابوحفص عمر بن علی بن احمد انصاری اندلسی مصری شافعی، آپ کا شمار اکابر علمائے حدیث وفقہ وتاریخ میں ہوتا ہے۔

آپ نے خود ہی اپنے خرقہ پہننے کا اعتراف کیا ہے۔ چناں چہ ''طبقات الاولیاء'' میں لکھا ہے:

میں نے خرقہ تصوف مختلف صوفیہ کی جماعتوں سے اور مختلف طرق میں پہنا ہے، ان میں ایک نام شرف الدین دمیاطی کا بھی ہے۔ (ص: ۴۹۴، سلسلۃ خرقۃ بن الملقن) آگے چل کر انھوں نے اپنی تمام اسانید خرقہ کی تفصیل ذکر کی ہے، جن میں قادری، سہروردی سلاسل بھی شامل ہیں۔ (دیکھیں: ص: ۴۹۹-۵۱۰)

[۱۴] حافظ ابن الجزری: (۷۵۱-۸۳۳ھ)

آپ کو تصوف اور صوفیہ سے گہرا تعلق تھا اور آپ خرقہ یافتہ تھے اپنی کتاب ''مناقب الاسد الغالب علی بن ابی طالب'' میں لکھتے ہیں:

جہاں تک میرے خرقہ پہننے اور امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہٗ سے اس کے اتصال کی بات ہے تو میں نے خرقہ تصوف صوفیہ کی ایک جماعت سے پہنا ہے اور متعدد طرق سے یہ خرقے مجھے ملے ہیں، امید کہ قیامت کے دن ان کے محبین کے زمرے میں شامل ہو جاؤں اور ان کے غلاموں میں اٹھایا جاؤں۔ (ص: ۸۴)

ابن الجزری نے اپنے جس صوفی شیخ کا تذکرہ کیا ہے ان کو بھی سوانح نگاروں نے مسند الشام لکھا ہے۔ اپنے زمانے کے بڑے محدث تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے مسند العصر لکھا ہے ان کی ولادت ۶۷۹ھ میں اور انتقال ۷۷۸ھ میں ہوا۔

(دیکھیں: الدرر الکامنۃ، ج: ۳، ص: ۱۵۹-۱۶۰، حرف المیم)

[۱۵] حافظ سخاوی: (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ)

امام سخاوی نے اپنے خرقہ پہننے کا اعتراف اپنی خود نوشت سوانح ''ارشاد الغاوی للاعلام بترجمۃ السخاوی'' میں کیا ہے۔ (دیکھیں: ص، ۹۶-۱۰۵)

ایک مقام پر لکھتے ہیں: میں نے بڑے صوفیہ کی ایک جماعت کو یہ خرقہ پہنایا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جنہوں نے مجھے پہنایا ہے انہوں نے مجھ کو اس کا حکم دیا ہے تو اس پر عمل ہو جائے، یہاں تک کہ کعبہ معظّمہ کے سامنے بھی، تا کہ صالحین کے ذکر سے برکت حاصل ہو جائے اور جن معتمد حفاظ حدیث نے خرقوں کی سند کو ثابت مانا ہے، ان کی پیروی ہو جائے۔ (ایضا: ص: ۵۲۷-۵۲۸)

انھوں نے کچھ دوسرے محدثین کے بھی خرقہ پہننے کا ذکر کیا ہے: لکھتے ہیں: محدثین میں دمیاطی، ذہبی، ہکاری، ابوحیان، علائی، مغلطائی، عراقی ابن الملقن، انباسی، برہان حلبی اور ابن ناصر الدین اور ان کے علاوہ کثیر لوگوں نے خرقہ پہنا ہے۔ (حرف اللام، ص: ۵۲۷) امام سخاوی نے اپنے شیخ مدین بن احمد حمیری مغربی اشمونی قاہری مالکی (۷۸۱-۸۶۲ھ) کا ''الضوء اللامع'' میں تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

(دیکھیے: الضوء اللامع، ج: ۱۰، تذکرہ نمبر: ۶۰۳، ص: ۱۵۱)

[۱۶] حافظ ابن المبرد حنبلی: (۸۴۰-۹۰۹ھ)

آپ کو بھی تصوف اور صوفیہ سے لگاؤ تھا۔ ان کے بعض احباب نے درخواست کی کہ صوفی خرقہ سے متعلق بھی ایک کتاب لکھ دی جائے چنانچہ انہوں نے بدء العلقۃ بلبس الخرقۃ کے نام سے کتاب لکھی اور اس میں اپنی اسانید تصوف وخرقہ کا تذکرہ کیا۔ (بدء العلقۃ، ص: ۴۸)

ان کی اسانید خرقۂ تصوف میں قادری سلسلوں کے علاوہ سہروردی، بسطامی اور دیگر اسانید تصوف بھی ہیں جن کا انہوں نے اس کتاب میں تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ ان

کی اسانید تصوف میں ایک قادری سند تو وہ بھی ہے جو شیخ ابن تیمیہ سے ہو کر گزرتی ہے۔(دیکھیے: بدء العلقۃ)

[۱۷] حافظ شوکانی: (۱۱۷۳-۱۲۵۰ھ)

آپ بھی صوفیہ کے مخالفین میں شمار کیے جاتے ہیں، لیکن اخیر عمر میں نقشبندی نسبت بھی اختیار کر لی۔ اس کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب ''البدر الطالع'' میں کیا ہے اور اپنے نقشبندی شیخ کے احوال بھی ذکر کیے ہیں، وہ اپنے نقشبندی شیخ سید عبد الوہاب ابن محمد شاکر ابن عبد الوہاب ابن حسین حسنی حسینی صنعانی موصلی کے تذکرے میں لکھتے ہیں: **وتلقيت منه تلقين الذكر على الطريقة النقشبندية** میں نے ان سے نقشبندی طریق کے مطابق تلقین ذکر حاصل کی ہے۔

(البدر الطالع، ج:۲، ۲۸۰-۲۸۱، حرف العین)

صوفی خرقہ حاصل کرنے والوں کے ذیل میں ہم نے جن محدثین کا تذکرہ کیا ہے ان میں یہ چند نام صرف بطور مثال ہیں ورنہ پانچویں صدی ہجری اور مابعد کے ادوار میں عمومی طور پر محدثین نے صوفیہ سے خرقے حاصل کیے ہیں۔ اس حقیقت کا اندازہ لگانے کے لیے ذہبی کی ''سیر اعلام النبلاء''، ''تاریخ الاسلام''، ابن کثیر کی ''البدایۃ والنہایۃ''، ابن رجب حنبلی کی ''ذیل طبقات الحنابلۃ''، ابن عماد کی ''شذرات الذہب''، صلاح الدین صفدی کی ''الوافی بالوفیات''، ابن حجر عسقلانی کی ''الدرر الکامنۃ''، سخاوی کی ''الضوء اللامع''، سیوطی کی ''طبقات الحفاظ''، مناوی کی ''الکواکب الدریۃ''، ابن الملقن کی ''طبقات الاولیاء''، سبکی کی ''طبقات الشافعیۃ'' اور اس طرح کی دوسری کتب تراجم وسوانح کا مطالعہ بہت ضروری ہے بلکہ ان ادوار میں محدثین اور صوفیہ کے باہمی تعلقات کے موضوع پر مستقل تحقیق کی جائے تو ضخیم جلدوں میں ریسرچ ورک سامنے آ سکتا ہے۔

صوفیہ و محدثین کی باہمی صحبت و معیت

کتب تاریخ کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ محدثین نہ صرف یہ کہ صوفیہ کو خیر کے ساتھ یاد کرتے بلکہ ان کی مجلس میں شریک ہوتے اور ان سے اظہار تعظیم و محبت کرتے، یوں ہی صوفیہ بھی ان کی مجلسوں میں حاضر ہوا کرتے۔ ان ہی میں سے بعض محدثین و صوفیہ کے اسما اور ان کے کچھ احوال درج ذیل ہیں:

[۱] امام سفیان ثوری: (۹۷-۱۶۰ھ)

آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ کبھی کبھی مشہور اُمی صوفی حضرت شیبان راعی کی معیت میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ان کے ساتھ پیدل حج کے لیے بھی تشریف لے گئے، دوران سفر حضرت شیبان کی ایک کرامت بھی ظاہر ہوئی، ہوا یہ کہ راستے میں ایک مقام پر اچانک شیر سامنے آ گیا، حضرت شیبان نے اُسے بلایا تو وہ دم ہلانے لگا پھر انھوں نے تادیباً اس کی گوشمالی کی۔

(سیر اعلام النبلاء، جز:۷، طبقہ:۶، سفیان الثوری)

[۲] امام شافعی (۱۵۰-۲۰۴ھ)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں امام احمد ابن حنبل موجود تھے کہ حضرت شیبان راعی تشریف لائے۔ امام احمد نے امام شافعی سے کہا کہ میں اس سے کچھ شرعی مسائل پوچھ کر اُن کو لاجواب کرتا ہوں، تا کہ یہ کچھ تحصیل علم کی طرف مائل ہوں۔ امام شافعی نے ایسا کرنے سے منع کیا لیکن وہ نہیں مانے اور پوچھا کہ ایک شخص ہے، اس کی پنج وقتہ نمازوں میں کوئی ایک وقت کی نماز چھوٹ گئی ہے لیکن اُسے یاد نھیں ہے کہ کون سی چھوٹی تو اَب وہ شخص کیا کرے؟

حضرت شیبان نے جواب دیا کہ ایسے شخص کا دل اللہ سے غافل ہو چکا ہے، اس لیے اس کی تادیب ضروری ہے۔ یہ سن کر امام احمد بے ہوش ہو گئے، جب ہوش

میں آئے تو امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے منع نہیں کیا تھا کہ ان کو نہ چھیڑو۔
(الرسالۃ القشیریۃ، باب المعرفۃ باللہ)
اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی اور شیبان کی باہمی صحبت و معیت ہوا کرتی تھی۔

[۳] امام احمد بن حنبل (۱۶۴-۲۴۱ھ)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو عظیم صوفی ابوحمزہ بغدادی (ت: ۲۶۹ھ) بزاز کے ساتھ تعلق خاطر تھا۔ امام احمد کی مجلس میں جب تصوف پر کوئی بات ہوتی تو آپ ابوحمزہ صوفی سے فرماتے کہ صوفی صاحب آپ کی اس مسئلے میں کیا رائے ہے؟
(سیر اعلام النبلاء، جز: ۱۳، طبقہ: ۱۵، ابوحمزہ البغدادی)
آپ نے امام علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کی خاندانی سند کو سلسلۃ الذہب قرار دیا اور فرمایا کہ اگر سند کو پڑھ کر کسی دیوانے پر دم کر دیا جائے تو وہ شفایاب ہوجائے۔ (الصواعق المحرقہ، ص: ۲/ ۵۹۵ تذکرہ امام علی رضا، دار الوطن، الریاض)
اسی قول کو امام ابونعیم نے حلیہ میں بعض اسلاف محدثین کے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔ (دیکھیں: حلیۃ الاولیاء، محمد بن علی الباقر، حدیث: ۳۸۸۶)
یہی امام صوفیہ علی رضا رضی اللہ عنہ ہیں کہ جب نیشاپور تشریف لے گئے تو ان کی زیارت، اور ان سے حصول روایت و برکت کے لیے محدثین کی ایک بڑی جماعت جس میں اسحاق ابن راہویہ اور ابوزرعہ رازی بھی تھے، ان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔
(تذکرۃ الخواص، سبط ابن الجوزی، فصل فی ذکر ولدہ علی، ص: ۳۵۲، مرتبہ نینوی الحدیثہ، طہران)
اسی واقعے کو امام حاکم نے تاریخ نیشاپور میں بھی ذکر کیا ہے۔ (دیکھیں: تلخیص تاریخ نیشاپور، ذکر امام علی رضا)

[۴] قاضی ابوالعباس ابن سریج (۲۴۹-۳۰۶ھ)

آپ کبار ائمہ شافعیہ سے ہیں، صرف ایک واسطے سے امام شافعی کی شاگرد ہیں اور امام طبرانی آپ کے شاگردوں میں ہیں۔

ابوالحسن علی بن ابرہیم حداد فرماتے ہیں کہ میں ابن سریج کی مجلس حاضر ہوا تو فروع واصول پر ان کی گفتگو سن کر تعجب ہوا۔ اس پر انھوں نے فرمایا کہ جانتے ہو یہ نعمت مجھے کہاں سے حاصل ہوئی ہے؟ یہ سب نعمتیں مجھے امام جنید کی صحبت بابرکت سے حاصل ہوئی ہیں۔ (الرسالۃ القشیریۃ، تذکرہ امام جنید (ت: ۲۹۷ھ)، ص: ۸۰)

ان چند واقعات سے معلوم ہوا کہ محدثین صوفیہ کی خدمت میں اکتساب فیض کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے اور صوفیہ بھی ان محدثین کے یہاں حاضر ہوا کرتے تھے اور یہ ان دونوں جماعتوں کے درمیان رشتہ محبت والفت کے پائے جانے پر قوی دلیل ہے۔

محدثین کا صوفیہ کی قبروں پر دعا اور تبرک

اسی طرح محدثین کے بعض واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ صوفیہ کے ساتھ ان کو عقیدت تھی۔ اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ محدثین؛ مشائخ صوفیہ کی قبروں پر جا کر وہاں دعائیں کرتے اور ان کی قبروں سے برکت حاصل کرتے۔ چند مثالیں بطورِ نمونہ پیش خدمت ہیں:

● **حافظ ابراہیم حربی (۱۹۸ھ-۲۸۵ھ):** امام دارقطنی نے فرمایا کہ آپ امام احمد بن حنبل کے درجے کے عالم تھے۔ آپ کے حوالے سے امام ذہبی نے لکھا ہے کہ آپ نے حضرت معروف کرخی کی قبر کو دعاؤں کی قبولیت کے لیے تریاقِ مجرب قرار دیا ہے۔ (سیر اعلام النبلا، ۹، طبقہ: ۹، معروف کرخی)

● **حافظ ابوبکر ابن خزیمہ (۲۲۳ھ-۳۱۱ھ):** ان کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی ''تہذیب التہذیب'' میں لکھتے ہیں: انھوں نے محدثین کی جماعت

کے ساتھ امام علی بن موسیٰ رضا کی قبر کی زیارت کی اور وہاں ایسی تعظیم وتواضع اور اس قدر گریہ وزاری کی کہ ان کے اصحاب حیرت میں پڑ گئے۔(۷/ ۳۸۸)

● **ابوعبداللہ محاملی (۲۳۵ھ۔ ۳۳۰ھ):** آپ امام بخاری اور ان کے دوسرے ہم عصروں سے سماعِ حدیث رکھتے ہیں۔ سنن المحاملی آپ ہی کی مشہور یادگار ہے۔ خطیب بغدادی آپ کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: میں حضرت معروف کرخی کی قبر ستر برسوں سے پہچانتا ہوں، جب بھی کوئی غم کا مارا ان کی قبر پر جاتا ہے تو اللہ رب العزت اس کا غم دور فرمادیتا ہے۔

(تاریخ بغداد، ۱/ ۱۲۳، باب ماذکر فی مقابر بغداد)

پوری بحث سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ محدثین کا عقیدہ بنیادی طور پر اشاعرہ وماتریدیہ سے مختلف نہیں، یوں ہی ان کے تعلقات صوفیائے کرام قدست اسرارھم کی جماعت کے ساتھ ہمیشہ استوار رہے، یہاں تک کہ انھوں نے صوفیہ کے ہاتھوں سے خرقے پہنے اور یہی نہیں بلکہ صوفیہ کی قبروں پر دعائیں کیں اور ان سے برکت بھی حاصل کی اور اس بحث سے اس افواہ کی بالکلیہ تردید ہوجاتی ہے کہ محدثین کا عقیدہ الگ اور اشاعرہ کا عقیدہ الگ ہے اور صوفیہ سے محدثین کے رشتے ہموار نہیں رہے ہیں۔

عرض آخر: ڈاکٹر اسامہ ازہری جو جامعہ ازہر کے قابل فخر جوان عالم دین ہیں، انھوں نے اسی موضوع پر اپنا مقالہ چیچنیا کی اہل سنت کانفرس میں پڑھا، جو شرفِ قبولیت سے سرفراز ہوا۔

اس مقالے میں انھوں نے دو پہلوؤں پر گفتگو کی ہے: (۱) اس بات کی وضاحت کی ہے کہ محدثین کا الگ سے کوئی عقیدہ نہیں ہے، بلکہ عام عقائد میں اور خاص صفات کے باب میں ان کا عقیدہ وہی ہے جو اشاعرہ وماتریدیہ کا ہے۔(۲) اس

بات کی تردید کی ہے کہ محدثین کا تصوف اور صوفیہ سے کوئی تعلق نہیں تھا، بلکہ مثالوں سے محدثین اور صوفیہ کے باہمی روابط کو واضح کیا ہے۔

تقریباً ڈیڑھ سال قبل کی بات ہے کہ چیچینیا کانفرنس کے بعد جب علمی حلقوں میں ڈاکٹر اسامہ ازہری حفظہ اللہ کے مقالے کا چرچا ہوا تو مجھے بھی اس مقالے کو دیکھنے کا اشتیاق ہوا، چناں چہ پہلے یوٹیوب پر اس مقالے کو سنا اور پھر وہیں نیچے اس مقالے کا پی ڈی ایف لنک بھی مل گیا، جسے میں نے ڈاؤن لوڈ کر لیا۔

عزیزی مفتی شاہد رضا نجمی سلمہٗ، جو صالح اور زیرک ہونے کے ساتھ علم کا شوق اور سیکھنے کی تڑپ رکھتے ہیں، اسی زمانے میں خاص فضلائے مدارس کی دینی، روحانی وعصری تربیت کے لیے تیار کیے جانے والے جامعہ عارفیہ کے خصوصی کورس Advanced Diploma In Dawa And Islamic Studies کے طالبِ علم تھے اور مجھے اس وقت ان کی کلاس کو عربی اردو اور عربی انگریزی ترجمہ وانشا کا سبجیکٹ پڑھانے کا شرف حاصل تھا۔ فن ترجمہ نگاری میں ان کی ذاتی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے اس مقالے کے اردو ترجمے کا کام ان کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے بڑی لگن اور باریکی کے ساتھ چند روز میں ترجمہ کر کے میرے حوالے کر دیا۔ ان کے اس ترجمے کو ذاتی طور سے میں نے بھی کئی بار دیکھا اور جامعہ کے دیگر اساتذہ نے بھی اصلاح فرمائی۔ بعد میں انھوں نے ترجمے کے علاوہ تخریجات کو جو عموماً مختصر تھیں، تفصیلی مراحل سے گزارا اور مقالے کو مفید بنانے کے لیے اور بھی کام کیے جس کی تفصیل ان کے مقدمے میں موجود ہے، اور پھر یہ ترجمہ مجلہ الاحسان، جامعہ عارفیہ، الہ آباد کے ساتویں شمارے میں شائع ہوا۔ اشاعت کے بعد بھی انھوں نے مزید تحسین وتجمیل کا کام جاری رکھا اور مجھ سے ایک مقدمہ لکھنے کی فرمائش کی۔ اس موضوع پر خامہ فرسائی کا اہل نہ ہونے کے باوجود محض ان کی دل جوئی کے لیے جس طرح ممکن

ہوسکا، یہ تحریر تیار کردی۔ ڈاکٹر اسامہ ازہری کا اب وہی مقالہ کتابی شکل میں خوبصورت رنگ و آہنگ کے ساتھ حاضر ہے۔ امید ہے کہ اہل علم کی آنکھیں ان کی کوششوں سے ٹھنڈی ہوں گی اور دیگر طالبین علومِ نبویہ کو بھی اس سے تحریک ملے گی۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مترجم کے علم و فضل میں اضافہ فرمائے، ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور مزید کی توفیق ارزانی فرمائے۔ ہم سب کو اعمال خیر میں لگائے رہے اور اسی حال میں ہمارا خاتمہ فرمائے! آمین! وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا ومولانا محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین!

ضیاء الرحمن علیمی

خادم علم وعلما: جامعہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد

کتابیات مقدمہ

(۱) اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین/محمد بن محمد، المعروف مرتضیٰ زبیدی (۱۲۰۵ھ)، المطبعۃ المیمنیۃ، قاہرہ، ۱۳۱۱ھ

(۲) ارشاد الغاوی للاعلام بترجمۃ السخاوی/ حافظ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (۹۰۲ھ)، مکتبۃ اھل الاثر، ۱۴۳۵ھ

(۳) الاسماء والصفات للبیھقی/ امام ابوبکر بیہقی (۴۵۸ھ)، المکتبۃ الازہریۃ للتراث

(۴) الاقتصاد فی الاعتقاد/ امام محمد غزالی (۵۰۵ھ)، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۴ھ

(۵) البدایۃ والنھایۃ/عماد الدین ابن کثیر (۷۷۴ھ)، مکتبۃ العارف، بیروت، ۱۴۱۰ھ

(۶) البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع/ قاضی محمد بن علی شوکانی (۱۲۵۰ھ)، مطبعۃ السعادۃ، مصر، ۱۳۴۸ھ

(۷) الدرر الکامنۃ/ حافظ احمد بن علی، المعروف ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد، ۱۳۴۹ھ

(۸) الرسالۃ القشیریۃ/ ابوالقاسم قشیری (۴۶۵ھ)، مؤسسۃ دار الشعب، قاہرہ، ۱۹۸۹ھ

(۹) الضوء اللامع لأھل القرن التاسع/ حافظ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (۹۰۲ھ)، دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۲ھ

(۱۰) الفتح الربانی من فتاوی الامام الشوکانی/ قاضی محمد بن علی شوکانی (۱۲۵۰ھ)، مکتبۃ الجیل الجدید، یمن

(۱۱) الفرق بین الفرق/عبدالقاہر بغدادی (۴۲۹ھ)، مکتبۃ ابن سینا للنشر والتوزیع

(۱۲) الملل والنحل/شہرستانی (۵۴۸ھ)، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۳ھ

(۱۳) المنہج الاحمد فی تراجم أصحاب الامام أحمد/ مجیر الدین عبدالرحمٰن بن محمد مقدسی (۹۲۸ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۱۴) المنہل العذب الروی فی ترجمۃ قطب الاولیاء النووی/ حافظ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (۹۰۲ھ)، موقع الوراق، www.awarraq.com

(۱۵) الوافی بالوفیات/ حافظ صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی (۷۶۴ھ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ

(۱۶) بدء العلقۃ بلبس الخرقۃ/ حافظ یوسف بن حسن، المعروف ابن المبرد حنبلی (۹۰۹ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۹ھ

(۱۷) تائید الحقیقۃ العلیۃ وتشیید الطریقۃ الشاذلیۃ/ حافظ عبدالرحمٰن بن کمال الدین، المعروف جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۶ء

(۱۸) تاریخ الاسلام/ محمد بن احمد ذہبی (۷۴۸ھ)، دار الکتاب العربی، ۱۴۱۰ھ

(۱۹) تاریخ بغداد/ شیخ احمد بن علی، المعروف ابوبکر خطیب بغدادی (۴۶۳ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۲۰) تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام ابی الحسن الاشعری/ ابوالقاسم علی بن حسن بن عساکر (۵۷۱ھ)، دار المنہاج للنشر والتوزیع

(۲۱) تذکرۃ الحفاظ/ محمد بن احمد ذہبی (۷۴۸ھ)، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، ۱۳۷۴ھ

(۲۲) تذکرۃ الخواص، سبط ابن الجوزی (۶۵۴ھ)، مرتبہ نینوی الحدیثہ، طہران)

(۲۳) تفسیر طبری/ ابوجعفر محمد بن جریر طبری (۳۱۰)، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

(۲۴) تلخیص تاریخ نیشاپور، امام حاکم نیشاپوری (۴۰۵ھ)، کتب خانہ ابن سینا، طہران

(۲۵) تہذیب التہذیب/ حافظ احمد بن علی، المعروف ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)، دائرۃ المعارف النظامیۃ، ۱۳۲۵ھ

(۲۶) حلیۃ الاولیاء، حافظ ابونعیم اصفہانی (۴۳۰ھ)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۹ھ

(۲۷) دفع شبہ التشبیہ باکف التنزیہ/عبدالرحمٰن بن علی، المعروف ابن جوزی (۵۹۷ھ)، المکتبۃ الازہریۃ للتراث

(۲۸) ذیل طبقات الحنابلۃ/ حافظ عبدالرحمٰن بن احمد، المعروف ابن رجب حنبلی (۷۹۵ھ)، مکتبۃ العبیکان، ۱۴۲۵ھ

(۲۹) سنن الترمذی/ امام محمد بن عیسیٰ، المعروف ابوعیسیٰ ترمذی (۲۷۹ھ)، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

(۳۰) سیر اعلام النبلاء/ علامہ ذہبی (۷۴۸ھ)، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۲ھ

(۳۱) شرح صحیح مسلم/ امام یحییٰ بن شرف نووی (۶۷۲ھ)، دارالخیر، ۱۴۱۶ھ

(۳۲) صحیح البخاری/ امام محمد بخاری (۲۵۶ھ)، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۴۲۲ھ

(۳۳) طبقات الحنابلۃ/ ابن ابویعلیٰ حنبلی (۵۲۶ھ)، المکتبۃ العربیۃ، دمشق

(۳۴) طبقات الاولیاء/ حافظ ابن الملقن (۸۰۶ھ)، مکتبۃ الخانجی، ۱۴۱۵ھ

(۳۵) فتح الباری/ حافظ احمد بن علی، المعروف ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)، مکتبۃ الملک فھد، ریاض، ۱۴۲۱ھ

(۳۶) فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ/ امام ابوحامد محمد غزالی (۵۰۵ھ)، دار ومکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، ۲۰۰۴ء

(۳۷) معجم الشیوخ/ محمد بن احمد ذہبی (۷۴۸ھ)، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۰ھ

(۳۸) مناقب الاسد الغالب علی بن ابی طالب/ حافظ محمد بن محمد جزری (۸۳۳ھ)، مکتبۃ القرآن، قاہرہ، ۱۹۹۴ء

(۳۹) نکت الھمیان فی نکت العمیان/ حافظ صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی (۷۶۴ھ)، دارالمدینہ المطبعۃ الجمالیۃ، ۱۳۲۹ھ

باب اول

محدثین کے عقائد و افکار

○○○

بلا شبہ محدثین کے عقائد محفوظ اور صاف ہیں۔ وہ صاحبانِ بصیرت وتحقیق ہیں، خطاونقص نے ان کی جانب بالقصد راہ نہیں پائی۔ اللہ رب العزت کے حق میں کیا محال ہے، کیا جائز ہے، کیا واجب ہے اس بارے میں وہ دقتِ نظر رکھتے ہیں۔ نہ وہ شرک وکفر کے بھنور میں پھنسے اور نہ ان کے قدم ڈگمگائے۔ بلکہ وحیِ شرعی کے اشارات، مفاہیم، ظاہر وخفی مدلولات کو سمجھتے ہیں۔ پھر صاف وشفاف تصوف کی راہ اختیار کرتے ہیں، وہ دوسروں سے زیادہ بدعت، دین میں زیادتی اور شرعی حدود سے تجاوز کو ناپسند کرتے ہیں۔

"لوامع الأنوار البهية وسواطع الأسرار الأثرية" میں امام محمد بن احمد سفارینی [۱۱۸۸ھ/۱۷۶۶ء] کا یہ قول مذکور ہے کہ اہل سنت و جماعت اشاعرہ، ماتریدیہ اور محدثین ہیں۔ "إتحاف السادة المتقين" میں حافظ محمد بن محمد مرتضیٰ زبیدی [۱۲۰۵ھ/۱۷۹۱ء] کا قول ہے کہ اہلِ سنت و جماعت محدثین وصوفیہ اور اشاعرہ وماتریدیہ میں منحصر ہیں۔ امام سیف الدین علی بن ابوعلی آمدی [۶۳۱ھ/۱۲۳۴ء]، قاضی عضد الدین عبدالرحمٰن بن رکن الدین ایجی [۷۵۶ھ/۱۳۵۵ء] اور دیگر ائمہ کا بھی یہی موقف ہے۔ لیکن اس موقف میں غور وخوض اور فکر وتأمل کی ضرورت ہے۔

ان کے علاوہ خود محدثین نے اپنی سندوں سے "عقیدۂ اہلِ حدیث" کے عنوان سے عقائد کی مستقل کتابیں اور رسائل تحریر کیے ہیں۔ جیسے امام ابوبکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی [۳۷۱ھ/۹۸۱ء] کی "إعتقادائمة أهل الحديث"، حافظ ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن صابونی [۴۴۹ھ/۱۰۵۷ء] کی "إعتقاد السلف اصحاب الحديث"، امام ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن حسن لالکائی [۴۱۸ھ/۱۰۲۷ء] کی "شرح اعتقاد أهل السنةو الجماعة" اور ابوالقاسم اسماعیل بن محمد بن فضل تیمی اصفہانی [۵۳۵ھ/۱۱۴۱ء] کی "ألحجةفی بيان المحجة"۔ ان کے علاوہ کچھ ایسی کتابیں بھی ہیں، جنھیں بعض محدثین نے اعتقادی مباحث پر مرتب کیا ہے۔ جیسے محمد بن اسحاق بن خزیمہ [۳۱۱ھ/۹۲۳ء] کی "التوحيد"، محمد بن حسین ابویعلیٰ فراء [۴۵۸ھ/۱۰۶۶ء] کی "إبطال التاويلات" وغیرہ۔

بعض لوگوں کی طرف سے علما کی ان عبارتوں اور محدثین کی ان تالیفات سے

چند شبہات پیدا کیے گئے:

(۱)-ان عبارتوں اور تالیفات سے استدلال کر کے یہ وہم پیدا کرنے کی کوشش کی گئی کہ عقائد میں محدثین کا ایک خاص منہج ہے۔

(۲)-اس پر بھی بہت زور صرف کیا گیا کہ اہل سنت و جماعت کے اعتقادات دو مختلف عقیدوں پر مشتمل ہیں۔ایک تو اشاعرہ و ماتریدیہ کے عقائد ہیں اور دوسرے محدثین کے خاص عقائد۔الگ الگ عقائد کے حامل ان دونوں جماعتوں کو ہی اہلِ سنت و جماعت کے نام سے جانا جاتا ہے۔

(۳)- پھر عقیدۂ تشبیہ و تجسیم کو محدثین کے عقائد میں شامل کر کے یہ وہم بھی پیدا کیا گیا کہ محدثین ان غلط عقائد کے حامل تھے۔

(۴)-اخیر میں یہ باور کرایا گیا کہ اہلِ سنت و جماعت کا اطلاق محدثین کے ان موہوم **تجسیمی** عقائد پر ہی ہوتا ہے اور اشاعرہ و ماتریدیہ اہلِ سنت سے خارج ہیں۔اس طرح حقائق میں تبدیلی کر کے اشاعرہ و ماتریدیہ کو فرقۂ ضالہ میں شمار کر دیا گیا۔

دراصل اس طرح کی قبیح حرکتوں کا مقصد یہ ہے کہ اہلِ سنت و جماعت کی اصطلاح پر تدریجاً قبضہ کرلیا جائے تاکہ محدثین کے عقائد میں عقیدۂ تشبیہ و تجسیم کو داخل کر دیا جائے، پھر آہستہ آہستہ اس اصطلاح کے دائرے کو اتنا تنگ کر دیا جائے کہ اشاعرہ و ماتریدیہ اس سے خارج ہو جائیں اور یہ اصطلاح انھیں محدثین کے عقیدے کے ساتھ خاص ہو جائے۔

ہم چاہتے ہیں کہ اس مقالے میں پوری امانت داری کے ساتھ محدثین کے عقائد کی حقیقت منکشف کر دی جائے اور باریک بینی کے ساتھ جمہور محدثین کے موقف کی وضاحت کر دی جائے تاکہ کسی فریب اور وہم کے ذریعے کسی محدث کی جانب کوئی غلط

عقیدہ منسوب نہ کیا جائے اور نہ یہ باور کرایا جائے کہ وہ ایسا عقیدہ رکھتا ہے۔

طویل غور وخوض کے بعد یہی درست معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کے عقائد بعینہا وہی ہیں جو حضراتِ اشاعرہ و ماتریدیہ کے ہیں۔ جمہور محدثین وحفاظ بھی انھیں عقائد کے حامل ہیں۔ محدثین کا کوئی خاص عقیدہ نہیں ہے اور ان کی جانب تشبیہ وتجسیم کی نسبت فحش خطا ہے۔

وہ کتابیں جن سے محدثین کے لیے کسی خاص عقیدے کا وہم ہوتا ہے

حدیث کی جن کتابوں اور رسائل سے محدثین کے لیے کسی خاص عقیدے کا وہم ہوتا ہے، ان کی دو قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم ان کتابوں اور رسائل کی ہے، جن میں وہی عقائد مذکور ہیں جو اشاعرہ کے ہیں، البتہ محدثین نے ان کی ترتیب عقائد کی عام کتابوں سے الگ رکھی ہے اور ایمان واعتقاد کے اصولی مباحث کو جمع کرنے میں ایک خاص منہج اختیار کیا ہے، لیکن محدثین کی تصریحات اور اشارات اس حوالے سے موجود ہیں کہ متشابہ احادیث وآثار تفویض یا تاویل پر محمول ہیں۔ اس لیے ان کتابوں سے محدثین کے لیے کسی خاص عقیدے کا ثبوت نہیں ملتا، بلکہ ان عقائد کے تمام ابواب کی ترتیب میں ان کے ایک خاص طریقے اور منہج کا ثبوت ملتا ہے، جو حضراتِ اشاعرہ کے طرزِ فہم کے مطابق ہے۔

(۲) دوسری قسم کی کتابیں بابِ عقائد میں محدثین کے تفردات پر دلالت کرتی ہیں اور ان کی طرف تشبیہ وتجسیم کی نسبت کا گمان پیدا کرتی ہیں۔ یہی وہ کتابیں ہیں جن پر اعتراض واشکال ہے اور یہی وہ عقائد ہیں جنھیں اہلِ سنت وجماعت کا حصہ بنانے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ اس بات کی راہ ہموار ہوجائے کہ اہلِ سنت وجماعت کی اصطلاح گروہِ محدثین میں منحصر ہے اور اشاعرہ وماتریدیہ اس سے خارج ہیں۔

لہٰذا ضروری ہے کہ اس طرح کی کتابوں کے مشمولات پر تحقیقی نظر ڈالی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ بعد میں علمائے امت نے کس طرح ان متشابہ احادیث کو سمجھا ہے اور ان کی فہم کے لیے کون سا مضبوط اور دقیق علمی میزان و معیار متعین کیا ہے۔

میں یہاں امام ابن خزیمہ [۳۱۱ھ / ۹۲۳ء] کی "التوحید" سے صرف ایک مثال پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ ابنِ خزیمہ فرماتے ہیں:

"جو اللہ رب العزت کے عرش پر مستوی ہونے کا اقرار نہ کرے وہ کافر اور حلال الدم ہے، اس کا مال مالِ غنیمت ہے۔"(۱)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی [۷۴۸ھ / ۱۳۴۷ء] نے تشبیہ و تجسیم کا وہم پیدا کرنے والی احادیث کے تعلق سے ابن خزیمہ کے اس موقف پر ضروری تعاقب کیا ہے۔

"سیر اعلام النبلاء" میں فرماتے ہیں:

"حق ہونے کے باوجود ابن خزیمہ کے کلام میں نقص ہے۔ متاخرین علما اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ توحید کے تعلق سے ان کی ایک ضخیم کتاب ہے۔ اس میں انھوں نے بھی حدیث صورت کی تاویل کی ہے، تو جس نے بعض صفات کی تاویل کی ہے اسے آپ معذور جانیے۔ اسلاف نے تاویل میں غور و خوض نہیں کیا، بلکہ آیات پر ایمان لائے، اس سے آگے بڑھنے کے بجائے ٹھہر گئے اور حقیقی علم اللہ عز و جل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

(۱) اصل مقالے میں ابن خزیمہ کی یہ عبارت یہاں مذکور نہیں تھی، بلکہ چند صفحات کے بعد مذکور تھی۔ ہم نے یہ عبارت وہاں بھی باقی رکھ کر تفہیم کی آسانی کے لیے یہاں بھی ذکر کر دی ہے۔

وسلم کے سپرد کر دیا۔ اگر صحتِ ایمان اور اتباعِ حق کی کوشش کے باوجود اجتہاد میں خطا کرنے والے ہر شخص کو ہم مباح الدم اور بدعتی قرار دیں تو بہت کم ہی ائمہ اس سے محفوظ رہ پائیں گے۔ اللہ رب العزت تمام لوگوں پر اپنے احسان و کرم کے ذریعے رحم فرمائے۔''(۱)

امام ابن خزیمہ کے اجتہاد اور ان کے مسلک پر امام ذہبی کا یہ تعاقب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ محدثین کا عقیدہ صرف ابنِ خزیمہ کی کتاب سے ماخوذ نہیں مانا جائے گا، بلکہ محدثین کی تمام کتابوں کا مجموعی اعتبار ضروری ہے۔ تاکہ ہم ان کی کتابوں سے محدثین کے مقبول و معروف عقائد معلوم کر سکیں۔ غور و خوض اور تحقیق و تدقیق سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کے عقائد بھی اشاعرہ کے قواعد کے مطابق ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا اصولی تعاقب

حجۃ الاسلام امام ابو حامد غزالی [۵۰۵ھ / ۱۱۱۱ء] نے ''الصفات'' نامی کتاب پر اور جو بھی کتابیں منہج کے لحاظ سے ابنِ خزیمہ کی کتاب ''التوحید'' کی طرح ہیں، ان پر ایک نہایت ہی دقیق اصولی تعاقب کیا ہے۔ آپ نے اپنے اس تعاقب کے ذریعے کتاب میں موجود اصول و منہج کی خطا پر تنبیہ فرمائی ہے۔

''الجام العوام'' میں فرماتے ہیں:

''وہ لوگ توفیق سے محروم ہو گئے، جنھوں نے متشابہ احادیث جمع کرنے کے لیے خاص طور سے کتاب تصنیف کی، ہر عضو کے حوالے سے ایک باب قائم کیا اور کہا: ''باب فی اثبات الراس،

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، ۱۴/ ۳۷۴-۳۷۶، طبقہ: ۱۷، ابن خزیمۃ - محمد بن اسحاق۔

باب فی الید" وغیرہ اور اس کا نام "کتاب الصفات" رکھا۔
دراصل یہ متفرق کلمات ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متفرق اوقات میں مختلف قرائن کی موجودگی میں صادر ہوئے ہیں، ان قرائن سے ان احادیث کی صحیح اور درست فہم حاصل ہوتی ہے۔ جب انسانی صورت وخلقت کے انداز میں ان احادیث کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا تو وہ متفرق حدیثیں دفعۃً اس طرح سامنے آئیں کہ ظاہری مفہوم کو مؤکد کرنے اور تشبیہ کا وہم پیدا کرنے کا ایک بڑا وسیلہ بن گئیں۔"

آگے چل کر انھوں نے فرمایا:

"بلکہ کسی حدیث کا ایک لفظ جو مختلف معانی کا احتمال رکھتا ہے، اگر اس سے ایک ہی طرح کا دوسرا، تیسرا، چوتھا لفظ متصل ہو جائے تو وہ سارے الفاظ ایک ساتھ مل کر ایک خاص معنیٰ پیدا کر دیتے ہیں اور الگ الگ ان الفاظ اور ان جملوں کے سیاق سے پیدا ہونے والے معانی کا احتمال کمزور پڑ جاتا ہے۔"

پھر انھوں نے فرمایا:

"اس وجہ سے ان متفرق احادیث کا جمع کرنا جائز نہیں ہے۔" (۱)

بعد میں امام غزالی نے اپنی کتاب میں یہ وضاحت فرمائی ہے کہ ان نصوص میں وارد نسبتوں کی تفہیم کے لیے درست منہج کی بنیاد چند اصول وقواعد پر ہے۔ ایک یہ کہ متفرق احادیث کو جمع نہ کیا جائے اور جو ایک ساتھ ہیں ان کو الگ الگ نہ کیا جائے۔ تاکہ ان نسبتوں میں سے ہر ایک کے اطلاق کو ان کے قرائن کے ساتھ باقی

(۱) الجام العوام عن علم الکلام، ص: ۲۱، التصرف الخامس، الوظیفۃ الخامسۃ: الامساک

رکھا جائے، جن سے ان نصوص کی فہم میں مدد ملتی ہے، ساتھ ہی فہمِ نصوص کے دوسرے اصول وقواعد بھی مستحضر ہوں۔ فہم واستنباط کے حوالے سے بیان کیا گیا یہ منہج محدثین کے ان قدیم اصول کے مطابق ہے، جن کا ذکر مختلف الحدیث کے باب میں موجود ہے۔ یہ اصول ان حدیثی فنون میں سے ہیں جن میں علومِ حدیث کے ساتھ اصولِ فقہ کا امتزاج بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان نصوص کی فہم فقہ واصول میں گہری نظر پر موقوف ہے؛ کیوں کہ محدث ان احادیث کی اسنادی بحثوں کے ساتھ ساتھ ان کے متون، ان کی ترکیبی کیفیت، ان کے عام وخاص کا ادراک اور الفاظ کے مدلولات کی تنقیح میں غور وفکر کرتا ہے۔ اس سلسلے میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [۹۱۱ھ/ ۱۵۰۵ء] بہت دقیق النظر اور صاحبِ توفیق واقع ہوئے ہیں۔

"ألفیۃ الحدیث" میں فرماتے ہیں:

فهو مهم، وجميع الفرق
في الدين تضطر له فحقق
وإنما يصلح فيه من كمل
فقها واصلا وحديثا واعتمل(۱)

۱۔ یہ بات اہم ہے، تمام اسلامی جماعتیں اس پر مجبور ہیں۔ آپ اس کی تحقیق کیجیے۔ ۲۔ اس فن کے لائق وہی ہے جو فقہ وحدیث میں کامل ہو اور غور وفکر کرے۔

اس شعر میں "واعتمل" ایک قوی لفظ ہے؛ کیوں کہ وہ فی نفسہٖ علوم کو باہم مخلوط کر کے مؤثر بنانے کی جانب اشارہ کرتا ہے، تا کہ اس کے ذریعے عالم کو تفقہ کا

---

(۱) الفیۃ السیوطی فی علم الحدیث، ص: ۱۰۳، مختلف الحدیث

ملکہ حاصل ہو جائے اور وہ اپنے احکام بصیرت کے ساتھ صادر کر سکے۔(۱)

یہ وہی بات ہے جس کا ذکر امام غزالی علیہ الرحمہ نے ”**شفاء الغلیل**“ میں یوں کیا ہے:

> ”احادیثِ متشابہ پر مشتمل کتابوں کی جانب رجوع سے قبل ضروری ہے کہ فقہا کی نظر واستدلال کی اساس، مباحثے میں ان کی فکر ونظر کے وسائل وآلات کی بلندیوں کا علم ہو اور ساتھ ان کے فن کی مشق بھی ہو، یوں ہی اصولیین کے کلام اور اس علم کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں کا احاطہ ہو، استدلال کے طریقے سے واقفیت ہو اور اہلِ زمانہ کی تصنیفات کا خوب تجربہ اور اس کی تدریب ہو۔“(۲)

یہی پاکیزہ اور نفیس تعبیر امام غزالی علیہ الرحمہ کے علاوہ امام محمد بن عبداللہ زرکشی علیہ الرحمہ [۷۹۴ھ /۱۳۹۱ء] نے بھی استعمال فرمائی ہے۔ ”**البحر المحیط**“ میں فرماتے ہیں:

> ”حصولِ ملکہ کے لیے محض کسی چیز کا علم کافی نہیں ہے، بلکہ بلاواسطہ اس کی مشق وممارست بھی ضروری ہے۔ دلائل اور استنباطِ مسائل کا ملکہ حاصل کرنے کے لیے اقوالِ علما اور ان کی کتابوں کے مشمولات کی مشق بھی ناگزیر ہے۔“(۳)

---

(۱) مختلف الحدیث کی بحث کے لیے مطالعہ کریں: النکت رص: ۲۸۵، الشذ الفیاح من علوم ابن الصلاح ر ۲/۱۷۴، نزہۃ النظر رص: ۷۶، فتح المغیث للسخاوی ر ۶۵/۴، تدریب الراوی ر ۱۷۶/۱، اصول الحدیث لعجاج الخطیب ص: ۲۸۳

(۲) شفاء الغلیل فی بیان الشبہ والمخیل ومسالک التعلیل رص: ۸، افتتاحیۃ الکتاب

(۳) البحر المحیط للزرکشی، ۵۱۶/۴، فصل فی تحلیل الحجج

یہاں میں اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ وحی مقدس سمجھنے میں اور اعتقاد، فقہ و اصولِ فقہ وغیرہ کے ابواب میں مذکورہ علوم کے استنباط میں امت مسلمہ کا یہی قدیم مسلک و منہج ہے؛ کیوں کہ نص کا ثبوت پہلا مرحلہ ہے، اس کے بعد استنباط کے کئی دقیق مراحل ہیں۔

محدثین کی بعض کتابیں وہ ہیں، جن میں درست عقائد موجود نہیں ہیں، جمعِ نصوص و احادیث کے علاوہ ان کتابوں کا کوئی اور فائدہ نہیں ہے، ان میں احادیث متشابہ کی فہم اور ان کے الفاظ کو صحیح مناسب معانی پر محمول کرنے کے اصولی طریقے مذکور نہیں ہیں۔ میں نے اپنی کتاب ''مشكاة الأصوليين والفقهاء'' میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس کی توضیح و تشریح کر دی ہے۔ وہاں اس بحث کا مطالعہ کریں۔

جمہور محدثین کے عقائد

جب ہم بقیہ محدثین کا تجزیہ کرتے ہیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جمہور محدثین اشاعرہ اور ماتریدیہ ہی ہیں۔ جیسے:

(۱) امام ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی [۳۸۵ھ/ ۹۹۵ء]

(۲) امام محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری صاحبِ مستدرک [۴۰۵ھ/ ۱۰۱۴ء]

(۳) امام حافظ احمد بن حسین ابوبکر بیہقی [۴۵۸ھ/ ۱۰۶۵ء] اور آپ کی دو عظیم کتاب ''الأسماء و الصفات'' اور کتاب ''ألاعتقاد'' جو محدثین کے لیے اس سلسلے میں قابلِ فخر ہے۔

(۴) امام احمد بن علی ابوبکر خطیب بغدادی [۴۶۳ھ/ ۱۰۷۱ء]

(۵) حافظ ابوالقاسم ابن عساکر علی بن حسن [۵۷۱ھ/ ۱۱۷۶ء] اور آپ کی کتاب ''تبيين كذب المفترى، فيما نسب إلى الأشعرى'' حضراتِ اشاعرہ کے لیے قابلِ فخر اور محدثین کے عقائد پر اہم کتابوں میں سے ہے۔

(۶)امام حمد بن محمد المعروف ابوسلیمان خطابی[۳۸۸ھ/۹۹۸ء]

(۷)حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی[۴۳۰ھ/۱۰۳۹ء]

(۸)امام ابوسعد عبدالکریم بن حافظ ابوبکر محمد سمعانی[۵۶۲ھ/۱۱۶۷ء]

(۹)ابوالحسین احمد بن محمد معروف بہ ابن قطان[۳۵۹ھ/۹۷۰ء]

(۱۰)ابوالفضل عیاض بن موسیٰ معروف بہ قاضی عیاض[۵۴۴ھ/۱۱۴۹ء]

(۱۱)ابوعمرو عثمان، معروف بہ ابن صلاح[۶۴۳ھ/۱۲۴۵ء]

(۱۲)حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری[۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء]

(۱۳)امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی[۶۷۶ھ/۱۲۷۷ء]

(۱۴)حافظ ابوالحسن نورالدین علی بن ابوبکر ہیثمی[۸۰۷ھ/۱۴۰۴ء]

(۱۵)جمال الدین یوسف بن عبدالرحمٰن مزی دمشقی[۷۴۲ھ/۱۳۴۱ء]

(۱۶) شیخ الاسلام امیر المومنین فی الحدیث ابوالفضل احمد بن علی عسقلانی المعروف ابن حجر عسقلانی[۸۵۲ھ/۱۴۴۸ء]

(۱۷)حافظ احمد بن محمد المعروف ابن منیر سکندری[۶۸۳ھ/۱۲۸۴ء]

(۱۸)ابوالحسن علی بن خلف قرطبی المعروف ابن بطال[۴۴۹ھ/۱۰۵۷ء]

یوں ہی صحیحین کے عام شارحین اور سنن کے عام شارحین۔

(۱۹)حافظ ابوالفضل عبدالرحیم بن حسین عراقی[۸۰۶ھ/۱۴۰۳ء]

(۲۰)اور ان کے صاحب زادے ولی الدین ابوزرعہ عراقی[۸۲۶ھ/۱۴۲۲ء]

(۲۱)عزالدین عبدالعزیز بن محمد المعروف ابن جماعہ[۷۶۷ھ/۱۳۶۶ء]

(۲۲)امام بدرالدین عینی محمود بن احمد[۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء]

(۲۳)ابوسعید صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائی[۷۶۱ھ/۱۳۶۰ء]

(۲۴)امام سراج الدین عمر بن علی المعروف ابن ملقن[۸۰۴ھ/۱۴۰۱ء]

(۲۵) تقی الدین ابن دقیق العید ابوالفتح محمد بن علی قشیری[۷۰۲ھ/ ۱۳۰۳]

(۲۶) ان کے شاگرد حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی[۷۴۸ھ/ ۱۳۴۷ء]

(۲۷) محمد بن عبداللہ المعروف ابن ناصر الدین دمشقی[۸۴۲ھ/ ۱۴۳۸ء]

(۲۸) حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی المعروف ابن کثیر [۷۷۴ھ/ ۱۳۷۲ء]

(۲۹) حافظ کمال الدین ابن زملکانی شافعی[۷۲۷ھ/ ۱۳۲۷ء]

(۳۰) حافظ جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی[۷۶۲ھ/ ۱۳۶۱ء]

(۳۱) حافظ جلال الدین سیوطی[۹۱۱ھ/ ۱۵۰۵ء]

(۳۲) محمد علی بن محمد علان معروف بہ ابن علان[۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷ء]

(۳۳) حافظ شمس الدین بن عبدالرحمٰن سخاوی[۹۰۲ھ/ ۱۴۹۷ء]

(۳۴) شیخ عبدالرؤوف بن تاج الدین مناوی[۱۰۳۱ھ/ ۱۶۲۲ء]

(۳۵) شیخ ابوالحسن علی بن سلطان محمد نورالدین ہروی معروف بہ ملا علی قاری [۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء]

(۳۶) شیخ عمر بن محمد بیقونی دمشقی[۱۰۸۰ھ/ ۱۶۶۹ء]

(۳۷) شیخ عبدالحی بن محمد عبدالحلیم انصاری لکنوی[۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء]

(۳۸) حافظ محمد بن محمد مرتضیٰ زبیدی[۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۱ء]

(۳۹) محدث اکبر بدرالدین بن یوسف حسنی[۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء]

(۴۰) شیخ ابوعبداللہ محمد بن جعفر کتانی[۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء]

(۴۱) مسندالدنیا محمد عبدالحی بن عبدالکبیر کتانی [۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء]

اسی طرح دیوبند اور دیگر مدارسِ ہند کے محدثین، جیسے:

(۴۲) شیخ انور شاہ کشمیری[۱۳۵۲ھ/ ۱۹۴۳ء]

مختلف زمانوں میں از ہر شریف کے محدثین اور ہمارے شیوخ کا طبقہ جن کی صحبت سے ہم فیض یاب ہوئے ہیں۔ مختلف زمانوں میں مراکش کے محدثین، اسی طرح شنقیط، جزائر، مالی، سودان، حضرموت، شام، عراق، ملایو، قوقاز وغیرہ کے مختلف بڑے مدارس کے محدثین اور اہلِ اسناد، جنھوں نے مسلمانوں کے علم و دین کی حفاظت کی۔

امام ابوبکر باقلانی کے تعلق سے امام دارقطنی کی مدح سرائی

اگر میں ان میں سے ہر ایک کا علمائے اشاعرہ کی تعظیم و توقیر کے حوالے سے علاحدہ علاحدہ ذکر کروں تو گفتگو بہت طویل ہو جائے گی۔ یہاں بطورِ مثال اشاعرہ کے امام ابوبکر محمد بن طیب باقلانی [۴۰۳ھ/ ۱۰۱۳ء] کے تعلق سے صرف شیخ ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی [۳۸۵ھ/ ۹۹۵ء] کی تعریف و توصیف کا تذکرہ کافی ہے۔ ابوذر ہروی [۴۳۴ھ/ ۱۰۴۳ء] کہتے ہیں کہ قاضی ابوبکر سے میری پہلی ملاقات اس طرح ہوئی کہ میں شیخ ابوالحسن دارقطنی کے ساتھ بغداد کی ایک گلی سے گزر رہا تھا۔ اچانک آپ کی ملاقات ایک نوجوان سے ہوئی۔ آپ نے سلام کیا اور اس سے لپٹ گئے۔ شیخ ابوالحسن نے اس نوجوان کی ایسی تعظیم و توقیر کی اور اس کے حق میں ایسی دعائیں کیں کہ میں حیران رہ گیا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ ابوبکر بن طیب ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان کے ذریعے اہلِ سنت کی مدد کی اور اہلِ بدعت کا خاتمہ فرمایا۔(۱)

مختلف زمانے کے یہ اساطین حدیث سب کے سب حضراتِ اشاعرہ و ماتریدیہ کے عقائد پر تھے۔ اگر میں سبھی کی عبارتیں جمع کروں تو گفتگو دراز ہو جائے

(۱) ترتیب المدارک وتقریب المسالک، ۲/ ۲۰۹، ابوبکر بن محمد بن الطیب بن محمد القاضی، مناظرتہ المشھورۃ فی مجلس عضد الدولۃ

گی۔ یہ باتیں اس قدر مشہور ہیں کہ ان کے لیے اب کسی دلیل کی حاجت ہی نہیں ہے۔ ان تمام حضرات کے عقائد حضراتِ اشاعرہ و ماترید یہ کے ہی عقائد ہیں۔ لہذا یہ درست نہیں ہے کہ ہم محدثین کے لیے کوئی خاص عقیدہ مانیں، چہ جائے کہ ان کے عقائد میں عقیدہ تشبیہ و تجسیم کو شامل کریں، پھر اہلِ سنت و جماعت کے تحت بعض محدثین کے **تجسیمی** عقائد کو داخل کر کے اہلِ سنت و جماعت کو ان عقائد پر محصور مانیں اور اشاعرہ کو اس سے خارج گردانیں۔

باب عقائد میں محدثین سے دیگر ائمہ کا اتفاق

بعد میں ان ائمہ محدثین کے ساتھ مختلف علوم سے تعلق رکھنے والے ائمۂ ہدایت اور اہلِ حق کا اتفاق رہا۔ حجۃ الاسلام ابوحامد غزالی [۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء]، امام فخر الدین رازی [۶۰۶ھ/۱۲۰۹ء]، عبداللہ بن عمر بیضاوی [۶۸۵ھ/۱۲۸۶ء]، امام تاج الدین بن علی سبکی [۷۷۱ھ/۱۳۷۰ء]، ابوعمرو عثمان بن عمرو کردی دوینی المعروف ابن حاجب [۶۴۶ھ/۱۲۴۹ء] اور اخیر میں دسیوں ائمۂ اصول ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ یوں ہی قاضی عضدالدین عبدالرحمٰن بن رکن الدین احمد ایجی [۷۵۶ھ/۱۳۵۵ء]، شیخ سعد الدین تفتازانی [۷۹۲ھ/۱۳۹۰ء]، امام ابو الفرج علی بن حسین اصفہانی [۳۵۶ھ/۹۶۷ء]، امام محمد بن عمر المعروف فخر الدین رازی [۶۰۶ھ/۱۲۰۹ء]، امام ابو بکر باقلانی [۴۰۳ھ/۱۰۱۳ء]، ابواسحاق اسفرایینی [۴۱۸ھ/۱۰۲۷ء] اور امام الحرمین ابوالمعالی جوینی [۴۷۸ھ/۱۰۸۵ء] جیسے علما بھی ان سے متفق رہے۔

ان تمام محدثین، اصولیین، متکلمین و علمائے بیان وغیرہ نے ابوابِ عقائد میں نصوص کی دلالتوں کی توضیح میں ایک دوسرے کی مدد کی، مقصود یہ تھا کہ اہلِ اسلام کے عقائد کی خدمت کر سکیں، اصولِ اعتقاد کے سلسلے میں تحقیق کے اولین فرضِ منصبی کو

انجام دے سکیں اور ان اعلیٰ مقاصد کی خدمت کے لیے علوم نقلیہ وعقلیہ اور دیگر مباحث کا استعمال کر سکیں۔ یہ محدثین، اصولیین اور متکلمین آپس میں ایک دوسرے کی غلطیوں کی اصلاح کرتے ہیں، بعض بعض کی مدد کرتے ہیں اور ابوابِ اعتقاد میں انحرافی صورتوں سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے تمام لوگ اتفاق رکھتے ہیں۔ غالبا اسی باہمی تعاون کا ایک نمونہ وہ ہے، جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا کہ امیر المومنین فی الحدیث ابوالحسن دارقطنی نے امام باقلانی سے ملاقات کی تو انھیں سلام کیا اور ان سے لپٹ گئے۔ ابوذر ہروی نے کہا کہ میں شیخ ابوالحسن کو ان کی تعظیم وتوقیر اور ان کے لیے اس طرح دعا کرتے ہوئے دیکھ کر تعجب میں پڑ گیا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ ابوبکر بن طیب ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان کے ذریعے اہلِ سنت کی مدد فرمائی اور اہلِ بدعت کا خاتمہ فرمایا۔

اس طرح اسلامی علوم باہم متحد ہو گئے، بعض نے بعض کی کوششوں کو آگے بڑھایا۔ محدثین نے الگ سے کوئی ایسا عقیدہ نہیں اپنایا جو صرف انھیں کے ساتھ مختص ہو، نہ ہی متکلمین نے ایسا کیا، بلکہ سارے حضرات بکمال وتمام علومِ شریعت کی ترویج وترقی میں لگے رہے۔ ان گروہوں سے جو لوگ علاحدہ ہوئے ان کے موقف کی خطا پر تنبیہ اور ان کی باتوں پر علمی طور سے باریک بینی کے ساتھ بحث ونظر کے لیے اس امت میں جاری علم وتنقید کی تحریک ہر زمانے میں کام کرتی رہی اور اس کے ذریعے مسلمانوں کے عقائد کو تمام انحرافات سے محفوظ کیا جاتا رہا۔

صفات متشابہات کے تعلق سے محدثین کی آرا

اب ''ید'' اور ''وجہ'' جیسی متشابہ آیات واحادیث کے معانی کی تفویض کے سلسلے میں بعض محدثین کی عبارتیں پیش کی جارہی ہیں، جو ان آثار واحادیث کی فہم میں محدثین کے منہج کی وضاحت کرتی ہیں۔ ان احادیث کو **''إعتقاد أهلِ الحديث''**

کے نام سے بعض محدثین نے جمع تو کر دیا ہے، لیکن ان کی افہام وتفہیم کے اصول وقواعد کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ آنے والی عبارتوں کا مآل یہ نکلتا ہے کہ محدثین اشاعرہ وماتریدیہ کے منہج پر ہیں، صفاتِ متشابہات کے حوالے سے تفویض وتاویل کا مسلک رکھتے ہیں اور حقیقت وہ نہیں ہے جس کا بعض معاصرین محدثین کی طرف تشبیہ وتجسیم کی نسبت کر کے اظہار کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت ان کے چہروں کو روشن فرمائے۔

● امام عامر بن شراحیل شعبی رحمۃ اللہ علیہ [۱۲۳ھ/ ۱۳۲۳ء]

امام سفارینی [۱۱۸۸ھ/ ۱۷۶۶ء] نے "الدرۃ المضیئۃ" میں نقل کیا ہے کہ جب آپ سے 'استوا' کے بارے میں سوال کیا گیا، تو فرمایا:

> "هٰذا من متشابه القراٰن ولانتعرض لمعناه۔" یہ قرآن کے متشابہات میں سے ہے، ہم ان کے معانی میں غور وخوض نہیں کرتے ہیں۔(۱)

امام عبدالحق ابن عطیہ محاربی [۵۴۱ھ/ ۱۱۴۶ء] نے "المحرر الوجیز" میں فرمایا:

> "وقال الشعبی وجماعۃغیرہ:هٰذا من متشابه القراٰن یومن بہ ولایعرض لمعناه۔"(۲) امام شعبی اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ یہ قرآن کے متشابہات میں سے ہے، اس پر ایمان رکھا جائے گا اور اس کے معنیٰ میں غور وخوض نہیں کیا جائے گا۔

امام زین الدین بن یوسف کرمی [۱۰۳۳ھ/ ۱۶۲۴ء] نے بھی اسے "أقاویل الثقات" میں ذکر کیا ہے۔

---

(۱) لوامع الانوار البھیۃ وسواطع الاسرار الاثریۃ لشرح الدرۃ المضیۃ، ۱/ ۹۹، نفی استلزام القول بالاستواء
(۲) المحرر الوجیز، ۴/ ۴۶، سورۂ طٰہٰ

● امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ [۲۰۴ھ/۸۲۰ء]

ابو العباس احمد بن عبدالحلیم المعروف ابن تیمیہ [۷۲۸ھ/۱۳۲۸ء] نے ”مجموع الفتاویٰ“ میں ذکر کیا ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”أمنت باللہ وبما جاء عن اللہ علی مراد اللہ، وأمنت برسول اللہ وبما جاء عن رسول اللہ علی مراد رسول اللہ۔“ میں اللہ پر ایمان لایا اور اس کی جانب سے نازل شدہ آیات کے تعلق سے اسی کی مراد پر ایمان لایا۔ میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور آپ سے مروی احادیث کے تعلق سے آپ کی مراد پر ایمان لایا۔

ابن تیمیہ نے کہا کہ امام شافعی کا قول حق پر مبنی ہے۔ ہر مسلمان پر اس کا اعتقاد واجب ہے۔ جو یہ اعتقاد رکھے اور اس کی طرف سے اس کے برعکس کسی چیز کا صدور نہ ہو تو وہ دنیا و آخرت میں سلامتی کی راہ چلنے والا ہے۔(۱)

● امام ابوعبید قاسم بن سلام ہروی رحمۃ اللہ علیہ [۲۲۴ھ/۸۳۸ء]

شیخ احمد بن محمد بستی المعروف امام خطابی [۳۸۸ھ/۹۹۸ء] نے ”معالم السنن“ میں ذکر کیا ہے کہ ابوعبیدہ قاسم بن سلام، جو اکابر اہلِ علم میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

”نحن نروی ھذہ الاحادیث ولا نریغ لھا المعانی۔“ ہم صرف احادیث بیان کرتے ہیں، ان کے معانی کی تحقیق میں نہیں لگتے۔

خطابی کہتے ہیں کہ ہمارے لیے زیادہ مناسب یہی ہے کہ ہم ان

(۱) مجموع الفتاویٰ/ ۶/ ۳۵۴، الطریق الاصوب: ایمان باللہ کما جاء

چیزوں میں آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں جن سے ہمارے اسلاف پیچھے ہٹ گئے، حالاں کہ علم، زمانہ اور عمر سب میں وہ ہم سے بڑھ کر تھے۔(۱)

"**معالم السنن**" میں یہ بھی فرمایا:

"علمائے سلف اور ائمہ فقہا کا مذہب یہ ہے کہ وہ ان احادیث کو ان کے ظواہر پر محمول کرتے ہیں، ان کے معانی تلاش نہیں کرتے اور نہ ہی اپنے علم سے ان کی تاویل کرتے ہیں، بلکہ اپنے علم کو ان کے ادراک سے قاصر جانتے ہیں۔"(۲)

● امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ [۲۴۱ھ/ ۸۵۵ء]

ابنِ قدامہ مقدسی حنبلی [۶۲۰ھ/ ۱۲۲۳ء] نے "**لمعة الإعتقاد**" میں آپ سے نقل کیا ہے:

"**وما أشبه هذه الأحاديث نومن بها ونصدق بها ولا كيف ولا معنیٰ۔**" (۳) اس طرح کی حدیثوں پر ایمان رکھتے ہیں، ان کی تصدیق کرتے ہیں، لیکن ان کی کیفیت و معنیٰ کی تلاش و جستجو میں نہیں لگتے۔

اسی بات کو ابنِ قدامہ نے اپنی کتاب "**ذم التاویل**"(۴) میں خلال سے بھی نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"مجھے علی بن عیسیٰ نے خبر دی کہ ابو عبداللہ امام احمد ابن حنبل نے

---

(۱) الاسماء والصفات للبیہقی، ۲/ ۱۹۲ باب ماذکر فی القدم والرجل
(۲) معالم السنن، ۴/ ۳۳۱، ومن باب فی الرؤیۃ
(۳) لمعۃ الاعتقاد ص: ۴۵، کلام ائمۃ السلف فی الصفات
(۴) ذم التاویل، ۱/ ۲۲، فی بیان مذہبھم فی صفات اللہ تعالیٰ

انھیں اور ان کے اصحاب کو درسِ حدیث دیا۔ اس دوران میں (علی بن عیسیٰ) نے ان سے سے ایسی احادیث کے بارے میں پوچھا جن میں یہ مروی ہے کہ: "إن اللہ تبارک وتعالیٰ ینزل کل لیلۃ إلی السماء الدنیا وأن اللہ یریٰ وان اللہ یضع قدمہ۔" اللہ رب العزت ہر رات آسمانِ دنیا کی جانب نزول فرماتا ہے، اسے دیکھتا ہے اور اس پر اپنے قدم بھی رکھتا ہے۔"

ابوعبداللہ نے فرمایا: "ہم ان احادیث پر ایمان لاتے ہیں، ان کی تصدیق کرتے ہیں، کیفیت ومعنیٰ نہیں جانتے، نہ ان میں سے کسی چیز کی تردید کرتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ جو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے ہیں وہ حق ہے، بشرطے کہ وہ صحیح سندوں سے مروی ہو۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کو رد نہیں کرتے۔ اپنی جو صفت اللہ رب العزت نے بیان کی ہے اور جس صفت کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے متصف کیا ہے، اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو کسی صفت سے موصوف نہ کیا جائے۔ "لیس کمثلہٖ شیء وھو السمیع البصیر" (الشوریٰ:۱۱) واصفین اس کی کسی صفت کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ ہم قرآن وحدیث سے متجاوز نہیں ہوتے۔ ہم وہی کہتے ہیں جو رب نے فرمایا، وہی صفت بیان کرتے ہیں جو رب نے بیان فرمائی، اس سے تجاوز نہیں کرتے۔ ہم پورے قرآن، محکمات ومتشابہات پر ایمان رکھتے ہیں اور کسی بھی نقص کے پیشِ نظر اس کی کوئی بھی صفت اس سے زائل نہیں مانتے ہیں۔"

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان کی وفات سے ایک دن قبل احادیثِ صفات کے بارے میں پوچھا گیا۔تو فرمایا:

''یہ حدیثیں اسی طرح ہیں جس طرح مروی ہیں، ان پر ایمان رکھا جائے گا، ان میں سے کسی کو رد نہیں کیا جائے گا جب کہ صحیح سندوں سے مروی ہوں۔ اللہ رب العزت نے اپنا وصف جس طرح بغیر حد وغایت کے بیان فرمایا ہے، اس سے زیادہ اس کے لیے کوئی صفت نہیں بیان کی جائے گی۔ ''**لیس کمثلہٖ شئی وھو السمیع البصیر**''۔ جو ان احادیث کے معانی پر کلام کرے وہ بدعتی ہے۔''(۱)

● **امام ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری رحمۃ اللہ علیہ [۳۲۴ھ/۹۳۶ء]**

''الابانۃ'' میں فرماتے ہیں:

''ہمارا قول وہی ہے جس کا ہم اقرار کرتے ہیں، ہمارا دین کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مضبوطی سے تھامنا ہے۔ جو کچھ حضراتِ صحابہ، تابعین اور ائمہ حدیث سے مروی ہے ہم اس کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں اور جو ابو عبداللہ احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے اسے بھی سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ اللہ رب العزت ان کا چہرہ روشن فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔''

پھر امام اشعری کچھ گفتگو کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اللہ رب العزت عرش پر اسی طرح مستوی ہے، جس طرح اس نے ذکر کیا ہے اور اسی معنیٰ کے اعتبار سے مستوی ہے جو اس نے

(۱) اعتقاد الامام ابن حنبل، ۳۰۷/۱، اول کتاب

مراد لیا ہے، ایسا استوا جو مس واستقرار، تمکن وحلول اور نزول وانتقال سے پاک ہے۔ عرش اسے نہیں اٹھا سکتا، بلکہ عرش اور حاملانِ عرش سبھی اس کے لطفِ قدرت سے باقی ہیں، اس کے قبضے میں ہیں، وہ عرش اور تحت الثریٰ تک موجود ہر شی سے بلند وبالا ہے، وہ ایسی بلندی کا مالک ہے کہ اس کی وجہ سے عرش وفلک سے اس کی قربت میں اضافہ نہیں ہوتا، بلکہ وہ عرش سے بھی بلند وبالا ہے، جیسا کہ وہ تحت الثریٰ سے درجوں بلند ہے، اس کے باوجود وہ ہر موجود سے قریب ہے، بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔''(۱)

●امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ [۳۲۱ھ/ ۹۳۳ء]

''العقیدۃ الطحاویۃ'' کے متن میں فرماتے ہیں:

''جو کچھ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث صحیح سے ثابت ہے، وہ اسی طرح ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور اسی معنیٰ پر ہے جو انھوں نے مراد لیا۔ ہم اپنی آرا سے اس میں تاویل نہیں کریں گے، نہ ہی اپنی خواہش سے اپنے وہم کو دخل اندازی کرنے دیں گے؛ کیوں کہ دین میں وہی شخص محفوظ رہے گا جو اپنا معاملہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کردے اور مشتبہ چیزوں کا علم اللہ رب العزت کی جانب پھیر دے۔ ہم کہتے ہیں: اللہ رب العزت ان

---

(۱) الابانۃ عن اصول الدیانۃ، ۱/ ۲۰، فصل فی ابانۃ قول اہل الحق والسنۃ

چیزوں کو جاننے والا ہے جو ہم پر مشتبہ ہیں۔'' (۱)

● عبدالباقی مواہبی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ [۱۰۷۱ھ/۱۶۶۱ء]

''ألعین و الأثر فی عقائد أهل الأثر'' میں فرماتے ہیں:

''استوا کے بارے میں ابوعلی حسین بن فضل بجلی کا جواب مشہور ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم غیب کی وہی خبریں جانتے ہیں جو ہمارے لیے منکشف کی گئی ہیں۔ اللہ رب العزت نے ہمیں یہ بتا دیا ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے، لیکن اس نے کیفیتِ استوا کی خبر نہیں دی۔ جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ رب العزت عرش یا کسی دوسری مخلوق کا محتاج ہے، یا یہ کہ اس نے عرش پر اسی طرح استوا کیا ہے جیسے کہ مخلوق کرسی پر کرتی ہے تو وہ گم راہ و بدعتی ہے۔ اللہ رب العزت اس وقت بھی موجود تھا جب نہ زمان تھا، نہ مکان اور اب بھی ویسے ہی ہے جیسے وہ پہلے تھا۔'' (۲)

● امام ابو عمر ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ [۴۶۳ھ/۱۰۷۱ء]

''التمهيد'' میں فرماتے ہیں:

''ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمٰن کے باب میں متعدد حدیثیں نقل کی ہیں کہ ''قل هو الله احد'' ثلثِ قرآن کے برابر ہے۔ اس کی تشریح میں ہم نے وہاں ایسی گفتگو کر دی ہے جو شافی و کافی ہے۔ نبی کریم صلی

---

(۱) متن العقیدۃ الطحاویۃ ص: ۱۳، ۱۴، رؤیۃ اللہ حق

(۲) العین والاثر فی عقائد اهل الاثر ص: ۱/ ۶۰، المقصد الثانی: مدخل

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ قول ثابت ہے۔ ہم وہی کہتے ہیں جو آپ سے ثابت ہے، اس سے تجاوز نہیں کرتے، جن معانی سے ہم ناواقف ہیں انھیں ان کے سپرد کرتے ہیں، ہم نے جو جانا انھیں سے جانا، وہ اللہ رب العزت کی مراد واضح فرمانے والے ہیں، اس کے باوجود قرآن ہمارے نزدیک اللہ رب العزت کا کلام اور اس کی صفت ہے، مخلوق نہیں ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ کس طرح سورۂ اخلاص ثلثِ قرآن کے برابر ہے۔ اللہ رب العزت اپنے بندوں پر جس طرح چاہتا ہے فضل فرماتا ہے۔'' (۱)

● امام محی الدین یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ [۶۷۶ھ/۱۲۷۷ء]

''شرحِ صحیح مسلم'' میں فرماتے ہیں:

جان لیجیے! آیات واحادیثِ صفات کے بارے میں اہلِ علم کے دو قول ہیں: ایک جو بیشتر یا سارے اسلاف کا ہے، وہ یہ کہ ان کے معانی پر گفتگو نہیں کی جائے گی، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ ہم پر واجب ہے کہ ان پر ایمان لائیں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ ان احادیث کے معانی اللہ رب العزت کی عظمت وجلالت کے مناسب ہیں۔ ہمارا یہ جازم عقیدہ ہے کہ اللہ رب العزت کی طرح کوئی چیز نہیں اور وہ تجسیم، انتقال، کسی جہت میں ہونے اور مخلوق کی تمام صفات سے پاک ہے۔ یہی قول متکلمین کی ایک جماعت کا ہے اور محققین کی ایک جماعت نے بھی اسے اختیار کیا

---

(۱) التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید/ ۱۹/ ۲۳۱، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن ابی صعصعہ

ہے اور یہی مذہب اسلم ہے۔(۱)

● حافظ ابن دقیق العید قشیری رحمۃ اللہ علیہ [۷۰۲ھ/ ۱۳۰۳]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری" میں فرمایا:

"وقال ابن دقيق العيد في العقيدة: نقول في الصفات المشكلة إنها حق و صدق على المعنى الذي أراده الله. الخ"۔(۲) ابن دقیق العید "العقیدة" میں فرماتے ہیں: صفاتِ متشابہ کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے کہ وہ حق ہیں اور انھیں معانی پر محمول ہیں، جو اللہ رب العزت نے مراد لیے ہیں۔

● حافظ ابو عبد اللہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ [۷۴۸ھ/ ۱۳۴۷ء]

ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے، جنھوں نے نظریۂ سلفِ امت کو درست وصحیح ٹھہرایا، کہ" آیاتِ صفات کے معانی حق سبحانہ وتعالیٰ کے سپرد کر دیے جائیں۔" تا حیات پورے شد و مد کے ساتھ اسی نظریے پر قائم رہے اور دوسروں کو اسی کی تلقین وتنبیہ کی۔ اس حوالے سے ان کی عبارتیں علاحدہ ذکر کیے جانے کی متقاضی ہیں۔

"سیر أعلام النبلاء" میں فرماتے ہیں:

" آیاتِ صفات اور اس باب کی حدیثوں کے حوالے سے ہمارا موقف یہ ہے کہ ان کا اقرار کر کے گزر جایا جائے اور ان کے معانی کو اللہ عز وجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا جائے۔(۳)

---

(۱) المنہاج شرح مسلم بن الحجاج ر ۳/۲۱، اثبات رؤیۃ المؤمنین فی الآخرۃ لربھم
(۲) فتح الباری ۱۳/ ۳۸۳، مایذکر فی الذات النعوت وأسامی اللہ
(۳) سیر اعلام النبلاء/ ۸/ ۱۰۵، طبقہ:۸، مالک الامام۔

ابن خزیمہ کی عبارت پر امام ذہبی کا تعاقب

ابنِ خزیمہ [۳۱۱ھ/ ۹۲۳ء] فرماتے ہیں:

''جو ساتوں آسمان سے بلند عرش پر اللہ رب العزت کے مستوی ہونے کا اقرار نہ کرے وہ کافر اور حلال الدم ہے، اس کا مال مالِ غنیمت ہے۔''

اس پر تعاقب کرتے ہوئے امام ذہبی [۷۴۸ھ/ ۱۳۴۷ء] نے ''سیر أعلام النبلاء'' میں فرمایا:

''جو کتاب اللہ اور احادیثِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہوئے اس کا اقرار کرے، اس پر ایمان لائے اور اس کا معنیٰ اللہ عز وجل اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کر دے، اس کی تاویل میں غور وخوض نہ کرے تو وہ مسلم وتبع ہے۔ اور جو اس کا انکار کرے، کتاب وسنت سے اس کا ثبوت نہ جانے تو وہ کوتاہی کرنے والا ہے، اللہ رب العزت اسے معاف فرمائے گا؛ کیوں کہ صفاتِ متشابہ کے سلسلے میں منقول تمام احادیث کو یاد کرنا ہر مسلمان پر واجب نہیں ہے۔ جو علم کے بعد بھی اس کا انکار کرے، سلف صالح کی راہ سے ہٹ جائے اور نص کے تعلق سے اپنی عقل کا استعمال کرے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ ہم گم رہی اور ہوا پرستی سے اللہ رب العزت کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

ابنِ خزیمہ کا یہ کلام گرچہ برحق ہے، لیکن اس میں نقص ہے۔ متاخرین علما اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔ توحید کے تعلق سے ان

کی ایک بڑی کتاب ہے، اس میں حدیث ''صورة'' کی تاویل کی گئی ہے۔ لہذا جس نے بعض صفات کی تاویل کی ہے، اسے بھی معذور جاننا چاہیے۔ اسلافِ کرام نے تاویل میں غور و خوض نہیں کیا بلکہ ایمان لائے اور اسے کافی جانا اور حقیقی معنیٰ کا علم اللہ عزوجل اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ اگر صحتِ ایمان اور اتباع حق کی کوشش کے باوجود اجتہاد میں خطا کرنے والے ہر شخص کو ہم مباح الدم اور بدعتی قرار دیں تو بہت کم ہی ائمہ اس سے محفوظ رہ پائیں گے۔ اللہ رب العزت اپنے احسان و کرم سے ہم پر رحم فرمائے۔''(۱)

امام ذہبی کے تعاقب پر مؤلف کا معروضہ

میں کہتا ہوں:

دیکھیے یہ امام ذہبی کا موقف ہے۔ وہ تفویضِ معنیٰ کا حکم دیتے ہیں اور صفات کی تاویل کرنے والوں کو معذور جانتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ جنھوں نے تاویل کی ہے وہ عوام کی فہم کی حفاظت اور تشبیہ کی غلاظت میں پڑنے سے ان کو بچانے کے لیے کی ہے۔ خلاصہ یہ کہ تاویل ایک ضرورت ہے اور قدرِ ضرورت تک ہی اسے محدود رکھا جائے گا۔

حافظ ذہبی کا قول کہ ''ابن خزیمہ کا کلام برحق ہے لیکن اس میں نقص ہے''، یہ اپنی جگہ درست ہے۔ یہ حق ہے کہ ان متشابہ آیات کے اطلاقات کا ثبوت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہے، اس کا انکار نصِ معصوم کی تکذیب ہے اور یہ کفر ہے۔ لیکن جو ان کلمات کو ثابت مانے وہ یا تو ان کے معانی اللہ رب العزت کے سپرد کر دے جیسا کہ امام ذہبی نے

(۱) سیر اعلام النبلاء، ۱۴/ ۳۷۳، طبقہ: ۱۷، ابن خزیمہ-محمد بن اسحاق

صراحت کی ہے، یا پھر مناسب معنیٰ بیان کر کے ان کی اس طرح تاویل کرے کہ کلامِ عرب میں اس کی گنجائش ہو اور ہر جگہ مناسبِ حال معنیٰ کا اعتبار کیا جائے۔

معاصرین میں سے بعض حضرات ثبوتِ نص کی وجہ سے ان پر ایمان کو واجب کہتے ہیں، مگر کیفیتِ فہم کے معاملے میں التباس کا شکار ہیں۔ اللہ رب العزت نے اس میں وسعت رکھی ہے، جیسا کہ امام ذہبی وغیرہ کے کلام میں واضح ہے۔ اس لیے آپ ثبوتِ نص اور فہمِ نص کے درمیان فرق کیجیے، ثبوت و دلالت کے درمیان اختلاف کو پہچانیے، فہم اور استنباط کے معتبر طرق و وسائل کا پہلے احاطہ کیجیے اور اس کی معرفت حاصل کیجیے پھر معانی کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ اللہ ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔

یہ بات گزر چکی ہے کہ امام ابن قدامہ نے ان کلمات کے اطلاق کا ثبوت اور ان کے معانی کا ادراک، دونوں کے درمیان واضح فرق کی صراحت کی ہے۔

"**لمعۃ الاعتقاد**" میں فرماتے ہیں:

> "جو متشابہ الفاظ ہیں ان کو لفظی طور پر ثابت مانا جائے اور معنیٰ کے درپے ہونے سے بچا جائے۔ ہم معنیٰ کا علم اس کے قائل کی طرف لوٹا دیں گے، اس کی ذمہ داری ناقل پر رکھیں گے اور "راسخین فی العلم" کے طریقے کا اتباع کریں گے، جن کی اللہ رب العزت نے اپنی کتاب میں تعریف کی ہے اور انھیں "راسخین فی العلم" قرار دیا ہے۔"(۱)

حافظ ذہبی نے بھی "**سیر أعلام النبلاء**" میں حدیثِ نزول پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

---

(۱) لمعۃ الاعتقاد، ۱/ ۴۰۔ الکلام فی المشکل من النصوص

''اگر کوئی اس کے حق ہونے کا اعتراف کرے، لیکن کہے کہ میں اس کے معانی میں غور وخوض نہیں کروں گا تو اس نے اچھا کیا اور اگر آیات پر ایمان لائے اور تمام یا بعض کی تاویل کرے تو یہی معروف طریقہ ہے۔''(۱)

مزید فرماتے ہیں:

''اللہ رب العزت کی وہی صفت بیان کی جائے جو اس نے بیان کی ہے یا جس کا اس نے اپنے رسولوں کو علم دیا ہے، بغیر کسی مثال و کیفیت کے اس پر ایمان رکھا جائے اور اس معنیٰ کا اعتقاد رکھا جائے جو اس کی مراد ہے۔ ''لیس کمثلہٖ شئ وھو السمیع البصیر۔(الشوریٰ:۱۱)''۔''(۲)

● **امام محمد بن یوسف ابوحیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ [۷۴۵ھ/۱۳۴۴ء]**

''البحر المحیط'' میں فرماتے ہیں:

''لفظ ''اتیان'' دراصل ایک جہت سے دوسری جہت کی جانب منتقل ہونے کا نام ہے اور اللہ رب العزت کی طرف اس کی نسبت محال ہے۔ ابو صالح حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہ ان مخفی باتوں میں سے ہے جن کی تفسیر نہیں کی جائے گی۔ سلف اس طرح کی چیزوں پر ایمان لاتے تھے اور ان کے معانی اللہ رب العزت کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔''(۳)

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، ۱۴/۳۹۶، طبقہ: ۱۷، السراج - محمد بن اسحاق
(۲) سیر اعلام النبلاء، ۱۶/۹۷، طبقہ: ۲۰، ابن حبان
(۳) البحر المحیط فی التفسیر، ۲/۳۴۳، البقرۃ: ۲۰۳ تا ۲۱۲۔

● حافظ زین الدین ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ [۷۹۵ھ / ۱۳۹۳ء]

اپنے رسالے "**فضل علم السلف علی الخلف**" میں فرماتے ہیں:

"درست بات وہی ہے جس پر اسلاف عمل پیرا رہے ہیں کہ آیات واحادیث صفات کو بغیر کسی تفسیر، تکییف اور تمثیل کے ویسے ہی رکھا جائے گا، جس طرح منقول ہیں اور وہاں سے آگے گزر جایا جائے گا۔ کسی سے اس کے برخلاف ثابت نہیں ہے، خصوصاً امام احمد سے۔ نہ ان کے معانی میں غور وخوض کیا جائے گا اور نہ ان کی مثال بیان کی جائے گی۔(۱)

● حافظ ابوالفضل عبدالرحیم بن حسین عراقی رحمۃ اللہ علیہ [۸۰۶ھ / ۱۴۰۳ء]

"وجہ" پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کتاب وسنت میں اللہ کے لیے دوسری صفتوں اور نسبتوں کی طرح "وجہ" کا ذکر کئی بار آیا ہے۔ ان میں دو مذہب مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ بغیر کسی کیفیت کے انھیں ان کے ظواہر پر محمول کریں گے، ہم ان پر ایمان لائیں گے اور ان کے معانی کا علم اللہ رب العزت کے سپرد کردیں گے۔ ساتھ ہی ہمارا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ اللہ رب العزت کی مثل کوئی چیز نہیں اور اس کی صفتیں مخلوق کی صفتوں کے مشابہ نہیں۔ دوسرا یہ کہ ایسے مناسب معنی سے ان کی تاویل کی جائے گی جو ذاتِ باری تعالیٰ کی عظمت وشان کے لائق ہے۔ چناں چہ "وجہ" سے "ذات" مراد لی جائے گی۔"(۲)

---

(۱) فضل علم السلف علی الخلف، ۱/ ۴، معنی العلم

(۲) طرح التثریب/ ۳/ ۱۰۷، فائدۃ تکرر ذکر وجہ اللہ فی الکتاب۔

● **حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ [۹۱۱ھ/ ۱۵۰۵ء]**

"الاتقان" میں فرماتے ہیں:

''بشمول سلف و محدثین، جمہور اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ ان آیتوں پر ایمان رکھا جائے گا اور ان کی مراد و معانی کو اللہ رب العزت کے سپرد کر دیا جائے گا۔''(۱)

● **ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ [۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء]**

"مرقاۃ المفاتیح" میں فرماتے ہیں:

''اس میں سلف کا مذہب یہ ہے کہ ان آیتوں کے ظواہر سے اللہ رب العزت کو منزہ مان کر ان کا علم اسی کے سپرد کر دیا جائے۔ یہی مذہب اسلم ہے۔ ایسا اس لیے کہ مبادا حق تعالیٰ کی مراد کے خلاف کوئی معنیٰ نہ ہو جائے۔

اللہ رب العزت کے قول "**وما یعلم تاویلہ الا اللہ**" میں کلمہ جلالت پر جمہور کے وقف کرنے اور اسے وقفِ لازم ماننے سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

کلمہ جلالت پر وصل کرنے کی صورت میں ایک فاسد معنیٰ کا وہم پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"**تاويل اليد بالقدرة يؤدى التعطيل ما أثبته تعالىٰ لنفسه، وإنما الذى ينبغى الايمان بما ذكره الله تعالىٰ من ذٰلك ونحوه على ماأراده، ولايشتغل بتاويله، فنقول: له يد**

---

(۱) الاتقان فی علوم القرآن، ۳/ ۱۴، النوع الثالث والاربعون: فی المحکم

علی ما أرادہ لا کید المخلوقین۔"

ید کی تاویل قدرت سے کرنے کی صورت میں اس صفت کی نفی لازم آتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت فرمایا ہے، مناسب یہ ہے کہ اس طرح کے نصوص کے تعلق سے یہ اقرار کیا جائے کہ جو اللہ کی مراد ہے، ہمارا اس پر ایمان ہے اور ہم اس کی تاویل میں غور وخوض کیے بغیر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا ہاتھ ہے جو اس کی مراد ہے، لیکن وہ ہاتھ مخلوق کی طرح نہیں ہے۔

صفاتِ متشابہات کے تعلق سے متاخرین کا موقف

اس حوالے سے متاخرین علما کا مذہب یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے شایانِ شان اس کی تاویل کی جائے گی اور اسے جسم وجہت اور ان کے لوازمات سے منزہ مانا جائے گا؛ کیوں کہ وقف "**الراسخون فی العلم**" پر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے: "**أنا أعلم تاویلہ وأنا من الراسخین فی العلم۔**" میں اس کی تاویل جانتا ہوں اور میں "راسخین فی العلم" میں سے ہوں۔

علما نے فرمایا ہے کہ یہ موقف اعلم واحکم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس موقف کے لیے زیادہ علم وحکمت کی ضرورت ہے، تا کہ ان نصوص کی تاویل نص کے سیاق کے مطابق ہو۔ یہ معنیٰ نہیں ہے کہ متأخرین کا مذہب علم کے اعتبار سے زیادہ راجح ہے۔ دونوں مذہب تنزیہ کے عقیدے پر متفق ہیں، اختلاف

صرف اس میں ہے کہ اولیٰ کیا ہے؟ تفویض ہے یا تاویل؟(۱) یہ بھی ممکن ہے کہ سلف وخلف کے اس اختلاف کو اختلافِ زمانی پر محمول کیا جائے۔ سلف کے زمانے میں تفویض ہی اولیٰ تھا؛ کیوں کہ ان کے سینے کدورت سے پاک تھے اور ان کے زمانے میں بدعات کا ظہور نہیں ہوا تھا۔ اور خلف کے زمانے میں تاویل اولیٰ ہے؛ کیوں کہ آج عوام الناس کی تعداد زیادہ ہے، لوگ وہی چیزیں قبول کرتے ہیں جو ان کی سمجھ میں آسکیں اور مخلوق کے درمیان بدعات کا ظہور بھی کثرت سے ہے۔ اللہ رب العزت ہی حقیقی مراد کو جاننے والا ہے۔(۲)

OOO

---

(۱) حضرت مرشد گرامی فرماتے ہیں کہ تفویض و تاویل میں اولویت کے حوالے سے زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ اپنے لیے تفویض اولیٰ ہے اور دوسروں کے لیے تاویل۔ وجہ یہ ہے کہ بطور خاص متشابہات کے حوالے سے اولیٰ وانسب یہی ہے کہ اپنے اشہب فکر کو پابند سلاسل کر دیا جائے۔ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ (بس اللہ کہو اور ان کو لغویات میں الجھے رہنے دو۔(الانعام:۹۱) کا یہی تقاضا ہے۔ اللہ پاک کی ذات وصفات کی کنہ وحقیقت سے اپنی نارسائی کا اعتراف ہی عین ایمان ہے۔ اس لیے صفات متشابہات کے حوالے سے یہی مذہب اعلیٰ واولیٰ ہے۔ البتہ چوں کہ لوگ مختلف مذاہب ومسالک اور افکار وعقائد کے پیچ وخم میں الجھے ہوئے ہیں، اس لیے ان کی تفہیم وتسکین کے لیے ضروری ہے کہ مناسب تاویل کی جائے تاکہ ان کو ضلالت کی وادی سے نکال کر ہدایت کی جنت میں لایا جا سکے۔ اس لیے ان کے حق میں تاویل اولیٰ ہے۔ اگر ان کے سامنے مناسب تاویل کر کے ان کی عقلی تفہیم نہ کی گئی تو اندیشہ ہے کہ کہیں وہ تاریکیوں میں اور بڑھتے نہ چلے جائیں۔

(۲) مرقاۃ المفاتیح ۱/۶۷، کتاب الایمان

باب دوم

تصوف اور صوفیہ کے ساتھ محدثین کا تعلق

○○○

تصوف اور اہلِ تصوف کے ساتھ محدثین کا گہرا تعلق رہا ہے۔ یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے کہ محدثین کو تصوف سے الگ یا مخالف تصور کر لیا جائے۔ صوفیانہ افکار و اعمال اور صوفیہ کے ساتھ محدثین کا تعلق ہمیشہ مثبت بنیادوں پر استوار رہا ہے۔ وہ خود اپنے آپ میں جلیل القدر صوفی رہے ہیں، یا علی الاقل محبِ صوفیہ اور منہجِ اہلِ تصوف کے حامی و موید رہے ہیں۔ اس بات کو ہم مختلف ذیلی عناوین کے تحت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(الف) مادحینِ تصوف محدثین

تصوف کی مدح، اہلِ تصوف کی عظمت، سیر الی اللہ کے حوالے سے ان کی بلند ہمتوں اور عمدہ احوال کی تعریف وتوصیف میں محدثین کی کثیر عبارتیں موجود ہیں۔

● **امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ [۲۰۴ھ/۸۲۰ء]**

آپ فرماتے ہیں:

”صحبت الصوفية فما انتفعت منهم إلا بكلمتين، سمعتهم يقولون: ألوقت كالسيف فان قطعته وإلا قطعک، ونفسک إن لم تشغلها بالحق وإلا شغلتک بالباطل۔“ مجھے صوفیہ کی صحبت میں رہنے سے دو چیزیں حاصل ہوئیں۔ ایک یہ کہ وقت تلوار کی طرح ہے، اگر تم اسے نہیں کاٹو گے تو وہ تمھیں کاٹ دے گا۔ دوسری یہ کہ اگر تم اپنے نفس کو اچھی چیزوں میں مشغول نہیں رکھو گے تو وہ تمھیں غلط چیزوں میں مشغول کر دے گا۔

حافظ ابن قیم جوزی [۷۵۱ھ/۱۳۴۹ء] نے ”مدارج السالکین“ میں اسے نقل کیا ہے اور ان الفاظ میں اس پر گفتگو کی ہے:

”میں کہتا ہوں کہ یہ دو کلمے نہایت ہی نفع بخش اور جامع ہیں اور قائل کی اعلیٰ ہمتی اور دانش مندی پر واضح دال ہیں۔ جماعتِ صوفیہ کی تعریف وتوصیف کے حوالے سے امام شافعی کے یہ کلمات کافی ہیں۔“(۱)

---

(۱) مدارج السالکین بین منازل إیاک نعبد وإیاک نستعین، ۳/۱۲۵، حقیقۃ الوقت

● امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ [۴۰۵ھ/۱۰۱۴ء]

آپ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کرتے ہیں۔

حضرت ابنِ مسعود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''**یوم کلم اللہ موسیٰ کان علیه جبة صوف، وسراویل صوف، وکمه صوف، وکساء صوف، ونعلان من جلد حمار غیر ذکی۔**'' جس دن اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا، اس دن آپ اون کا جبہ اور پاجامہ زیب تن کیے ہوئے تھے، آستین اور چادر بھی اونی ہی تھی اور نعلین دراز گوش کے ایسے چمڑے سے بنے ہوئے تھے جس کی دباغت نہیں ہوئی تھی۔ شیخین (امام بخاری و امام مسلم) کا سعید بن منصور کی حدیث سے استدلال کی درستگی پر اتفاق ہے۔ یہ حمید بن قیس اعرج نہیں ہیں۔ امام بخاری نے ''التاریخ'' میں ذکر کیا ہے کہ حمید بن علی اعرج کوفی منکر الحدیث ہیں اور عبداللہ بن حارث نجرانی قابلِ حجت ہیں۔ امام مسلم نے تنہا خلف بن خلیفہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ تصوف کے تعلق سے یہ ایک بڑی حدیث ہے۔ ان حضرات نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ اسماعیل بن عیاش کی روایت میں اس کا شاہد بھی موجود ہے۔(۱)

مستدرک میں یہ بھی فرمایا:

---

(۱) المستدرک علی الصحیحین، ۱/۸۱، کتاب الایمان، واما حدیث معمر

’’ہم سے شیخ ابو محمد جعفر بن محمد بن نصیر خلدی نے حدیث بیان کی، ان سے ابو احمد جریری نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سہل بن عبد اللہ تستری کو فرماتے ہوئے سنا: **لما بعث الله عز وجل النبی -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کان فی الدنیا سبعة أصناف من الناس: الملوک والمزارعون وأصحاب المواشی والتجار والصناع والاجراء والضعفاء والفقراء، لم یامر أحدا منهم أن ینتقل مما هو فیه، ولکن أمرهم بالعلم والیقین والتقویٰ والتوکل فی جمیع ما کانوا فیه۔قال رحمۃاللہ تعالیٰ علیه: وینبغی للعاقل أن یقول: ما ینبغی لی بعد علمی بانی عبدک أن ارجو وأؤمل غیرک ولا اتوهم علیک إذ خلقتنی وصورتنی عبدا لک أن تکلنی الی نفسی أو تولی أُموری غیرک۔** جب اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کو دنیا میں مبعوث کیا تو اس وقت سات قسم کے لوگ دنیا میں آباد تھے۔ بادشاہ، کھیتی کرنے والے، جانور پالنے والے، تاجرین، دست کاران، مزدور، کمزور اور فقرا۔ آپ نے کسی کو بھی اپنا پیشہ بدلنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ پیشے سے وابستگی کے ساتھ علم، یقین، تقویٰ اور توکل اختیار کرنے کا حکم دیا۔

سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ایک صاحبِ عقل کے لیے یہ کہنا مناسب ہے: اے رب! یہ جان لینے کے بعد کہ میں تیرا بندہ ہوں میرے لیے تیرے علاوہ

کسی اور سے امید رکھنا مناسب نہیں ہے، نہ ہی اس وہمِ باطل میں مبتلا ہونا مناسب ہے کہ تو مجھے اور میرے معاملات کو اپنے علاوہ کسی اور کے سپرد کردے گا؛ کیوں کہ تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے اور حسین صورت سے نوازا ہے۔''

امام حاکم فرماتے ہیں:

''اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جماعت کی توصیف فرمائی ہے، جسے اللہ رب العزت نے چند صفات کی بنا پر دوسری جماعتوں سے ممتاز فرمایا ہے۔ جس شخص میں وہ صفتیں پائیں جائیں وہی اسمِ تصوف کا مستحق ہے۔''(۱)

حافظ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات

محدثین میں سے حافظ ابونعیم اصفہانی [۴۳۰ھ/ ۱۰۳۹ء] نے اس حوالے سے سب سے تفصیلی گفتگو کی ہے۔ انھوں نے ''حلیۃ الأولیاء'' کی تالیف فرمائی۔ اس میں اعیانِ امت کے حالات ذکر کیے اور تصوف کا جو رنگ ان پر غالب تھا، اسے ان کے تذکرے میں واضح کیا، ساتھ ہی نورانیت و ربّانیت کا جو پہلو ان میں نمایاں تھا، اس کی طرف اشارہ بھی کیا، پھر تصوف کی تعریف میں ہر شخصیت کے ایسے اقوال پیش کیے جو ان کے حال کی غمازی کرتے ہیں۔ یہی دقتِ نظری کتاب ''الحلیۃ'' کی خصوصیت ہے۔ اسی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے امام سیدی احمد بن احمد زروق فاسی مالکی [۸۹۹ھ/ ۱۴۹۹ء] ''قواعد التصوف'' میں فرماتے ہیں: تصوف میں اختلاف احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے۔ حافظ ابونعیم نے ''الحلیۃ'' میں مذکور حضرات کے تذکرے میں مناسب حال ان کا کوئی قول یہ کہتے ہوئے ذکر

---

(۱) المستدرک علی الصحیحین، ۳/ ۱۸، کتاب الہجرۃ

کر دیا ہے "وقیل إن التصوف کذا"۔ شیخ زروق فرماتے ہیں: میرا خیال ہے کہ جسے بھی صدقِ توجہ حاصل ہے اسے تصوف سے حصہ ملا ہے اور ہر ایک کا تصوف اس کی توجہ صادق ہے۔(۱)

● حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر قیسرانی رحمۃ اللہ علیہ [۵۰۷ھ/۱۱۱۳ء]

آپ نے "صفة التصوف" نامی کتاب تالیف فرمائی۔ یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ اس میں آپ نے مختلف زمانوں میں مختلف امور کے حوالے سے صوفیہ کا مسلک ذکر کیا ہے اور سنت سے ان کے ہر فعل کی اصل؛ سند کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔(۲)

● محدث فقیہ ابوبکر بن عربی اشبیلی مالکی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ "عارضة الأحوذی" [۵۴۳ھ/۱۱۴۸ء]

آپ نے "سراج المریدین" نامی کتاب تالیف کی۔ اس کتاب کو بعض لوگ محدثین کا تصوف گمان کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ سیدی احمد بن احمد زروق [۸۹۹ھ/۱۴۹۴ء] نے "قواعد التصوف" میں فرمایا: "وللمحدث تصوف حام حوله ابن العربی فی سراجه۔" (۳) محدثین کا ایک نمایاں رنگِ تصوف ہے جس کا ذکر ابن عربی نے اپنی کتاب "سراج المریدین" میں کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ تصوف کے حوالے سے محدثین کے نزدیک بنیادی قاعدہ حافظ ذہبی کا وہ قول ہے جو "سیر اعلام النبلاء" میں مذکور ہے کہ:

والعالم إذا عری من التصوف والتأله فهو فارغ، کما أن الصوفی إذا

---

(۱) قواعد التصوف/ص: ۲۲، قاعدہ: ۳

(۲) کتاب صفة التصوف کی اشاعت دار المنتخب العربی، للدراسات والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان ۱۴۱۶ھ-۱۹۹۵ء میں غادة المقدم عدرة کی تحقیق کے ساتھ ہوئی۔

(۳) قواعد التصوف/ص: ۵۱، قاعدہ: ۶۰

عری من علم السنة، زلّ عن سواء السبیل۔ جب عالم تصوف سے نا آشنا ہوتو وہ بے روح ہے، جیسا کہ صوفی جب سنت سے ناواقف ہوتو وہ گم راہ ہے۔(۱)

(ب) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ الفت

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی کمالِ محبت

”حافظ ذہبی [۷۴۸ھ/۱۳۴۷ء] ”سیر أعلام النبلاء“ میں فرماتے ہیں:

امام محمد نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبیدہ سے کہا: ”ان عندنا من شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شیئا من قبل انس بن مالک! فقال: لأن یکون عندی منہ شعرة احب الی من کل صفراء وبیضاء علی ظهر الأرض۔“

ہمیں حضرت انس بن مالک کے طریق سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک ملے ہیں۔ اس پر حضرت عبیدہ نے فرمایا: مجھے آپ کا موئے مبارک روئے زمین پر موجود ہر قسم کے سیم وزر سے زیادہ محبوب ہے۔

میں کہتا ہوں: حضرت عبیدہ کا یہ قول ان کے کمالِ محبت کی دلیل ہے کہ وہ لوگوں کے سونے چاندی پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو فضیلت دیتے تھے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے پچاس برس بعد عبیدہ اس طرح کی بات فرمارہے ہیں۔ اگر ہمیں درست وثابت ذرائع سے نبی کریم صلی

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، ۱۵/ ۴۱۰، طبقہ:۱۹، ابن الاعرابی- احمد بن محمد بن زیاد

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی بال شریف، نعلین کا ٹکڑا، ناخن کا تراشا، مستعمل برتن کا کوئی حصہ مل جائے تو ہم اپنے وقت میں کیا کہیں گے!

اگر کوئی مال دار اپنے مال کا ایک وافر حصہ کسی ایسی ہی نعمت عظمیٰ کے حصول میں خرچ کردے، تو کیا تم اسے فضول خرچ یا بے وقوف گمان کرو گے؟ ہرگز نہیں! تم اپنا مال اس مسجد کی زیارت کے لیے جو آپ کے دست اقدس سے بنائی گئی ہے، خرچ کرو اور ان کے شہر میں ان کے حجرے کے پاس کھڑے ہوکر ان پر سلام بھیجنے کے لیے مال صرف کرو، احد پہاڑ پر نظریں جما کر لذت حاصل کرو اور اس سے والہانہ محبت کرو؛ کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے محبت فرمایا کرتے تھے، ان کے روضے اور قیام گاہ پر نگاہ ڈال کر اپنی آنکھوں کو سرور بخشو؛ کیوں کہ تم اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتے جب تک کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمھارے نزدیک تمھاری جان، اولاد، اموال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجائیں۔ اس معظم ومحتشم پتھر کا بوسہ لو جو جنت سے نازل ہوا، اپنا منھ اس جگہ پر رکھو جسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چوما ہے۔ اللہ رب العزت نے تمھیں جس نعمت سے نوازا ہے اس میں برکتیں عطا فرمائے گا، اس سے بڑھ کر تمھارے لیے اور کوئی چیز قابلِ فخر نہیں ہے۔ پھر اگر ہمیں اس لکڑی کو بوسہ دینے کا موقع مل جائے، جس سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

حجر اسود کی طرف اشارہ فرمایا تھا، تو ہمارے لیے اس لکڑی کا بوسہ لینا اور تعظیم کی خاطر اس کے پاس جمع ہونا درست ہے۔ لیکن ہم بالیقین جانتے ہیں کہ حجر اسود کو چومنا، لکڑی اور نعلین چومنے سے زیادہ افضل وارفع ہے۔

حضرت ثابت بنانی کی وارفتگی

حضرت ثابت بنانی جب حضرت انس بن مالک کو دیکھتے تو آپ کا ہاتھ پکڑ کر چوم لیتے اور فرماتے: ”**ید مسّت ید رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم**۔“ یہ وہ مقدس ہاتھ ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک سے مسّ ہوا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب ایسے ہاتھوں کو چومنے کا ہمیں موقع نہ مل سکا تو وہ مقدس حجرِ اسود جو زمین پر اللہ کے دست غیب کی مانند ہے، اسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لبہائے مبارکہ نے چوما ہے۔ چناں چہ جب تم حج نہ کرسکو تو حاجیوں کے آنے کے بعد کسی حاجی کے منھ کا بوسہ لے لو اور کہو: یہ ایسا منھ ہے جس نے اس پتھر کا بوسہ لیا ہے جسے میرے مقدس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چوما ہے۔(۱)

حافظ ذہبی ”سیر أعلام النبلاء“ میں مزید فرماتے ہیں:

”جو حجرہ مقدسہ کے پاس ذلیل وخوار ہوکر، ظاہری وباطنی احترام وتواضع کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہوئے کھڑا ہو تو اس کے لیے مبارک بادی ہے، اس نے اچھی

(۱) سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۴۲، طبقہ: ۱، عبیدہ بن عمرو- السلمانی

طرح زیارت کی اور خوب عاجزی اور محبت کا اظہار کیا اور اس انسان سے زائد عبادت انجام دی جو اپنے وطن میں رہتے ہوئے یا نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھے؛ کیوں کہ زائر کے لیے زیارت اور درود دونوں کا اجر ہے، جب کہ دوسرے شہروں میں درود پڑھنے والے کے لیے صرف درود کا اجر ہے۔ جو آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھے اللہ رب العزت اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا، لیکن جس نے آپ کی زیارت کی اور آدابِ زیارت کا لحاظ نہ کیا یا قبر کو سجدہ کیا یا اور کوئی غیر مشروع عمل کیا تو اس نے اچھے اور برے دونوں کام انجام دیے، ایسے شخص کو نرمی اور محبت سے بتایا جائے اور اللہ غفور و رحیم ہے۔ بخدا! کسی مسلم کو اضطراب، آہ و فغاں، دیوار بوسی، اور بہ کثرت گریہ وزاری کی کیفیت اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب کہ وہ اللہ عز و جل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والا ہو۔ لہذا محبت ہی معیار ہے اور اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کے درمیان خطِ امتیاز ہے۔

ان کی قبر کی زیارت تمام نیکیوں سے افضل ہے۔ انبیا و اولیا کے قبور کی طرف سفر کرنے کے حوالے سے اگر ہم یہ مان لیں کہ اس کی اجازت نہیں ہے؛ کیوں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان **"لاتشدوا الرِّحال إلا إلى ثلاثة مساجد"** (۱) (مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ کے

---

(۱) صحیح البخاری، باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، حدیث:۱۱۸۹

لیے رختِ سفر نہ باندھو) عام ہے، پھر بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سفر، مسجدِ نبوی کی طرف سفر کو مستلزم ہے اور یہ بلانزاع مشروع ہے؛ اس لیے کہ آپ کے حجرہ مبارکہ تک رسائی مسجد میں دخول کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ تو چاہیے کہ زائر تحیۃ المسجد سے آغاز کرے، پھر صاحبِ مسجد پر سلام و تحیّت پیش کرے۔ رزقنا اللہ تعالیٰ وایاکم ذٰلک آمین!''(۱)

چند اشکالات اور ان کے جوابات

پہلا اشکال: امام ذہبی نے ''معجم الشیوخ'' میں اپنی سند سے نقل فرمایا:

''**ان ابن عمر کان یکرہ مس قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔**'' حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف چھونے کو ایک ناپسندیدہ عمل تصور کرتے تھے۔

جواب: میں (حافظ ذہبی) کہتا ہوں کہ وہ قبر کو چھونا اس لیے ناپسند کرتے تھے؛ کیوں کہ وہ اسے خلافِ ادب خیال کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے قبر نبوی شریف چھونے اور چومنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ قول ان سے ان کے صاحب زادے عبد اللہ بن احمد نے روایت کیا ہے۔

دوسرا اشکال: اگر کہا جائے کہ پھر صحابہ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟

جواب: کیوں کہ انھوں نے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حیاتِ

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، ۴/ ۴۸۴، طبقہ: ۲، الحسن [س] ابن سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ظاہری میں دیکھا، آپ کی صحبتِ ظاہری سے فیض یاب ہوئے، آپ کے دستِ اقدس کا بوسہ لیا، آپ کے غسالۂ وضو کو حاصل کرنے کے لیے ایسا لگتا کہ وہ آپس میں قتال کر بیٹھیں گے، حج اکبر کے دن انھوں نے آپ کے موہائے مبارکہ آپس میں تقسیم کر لیے، آپ کے آب بینی ولعاب مبارک زمین پر نہ گرنے پاتے، بلکہ کوئی نہ کوئی ہاتھ میں لے لیتا اور اسے اپنے چہرے پر مل لیتا۔ ہمیں جب اس طرح کے اعلیٰ مواقع میسر نہیں آئے تو ہم ان کی قبر مبارک کی تعظیم واستلام اور اس کا بوسہ لینے کے لیے ہی گر پڑے۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضرت ثابت بنانی نے کیا کیا! آپ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ کا ہاتھ چومتے، اسے اپنے چہرے سے مسّ کرتے اور فرماتے تھے: ”**ید مست ید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔**“ یہ وہ مبارک ہاتھ ہے، جو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس سے مسّ ہوا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرطِ محبت ہی ان امور کی محرک ہے؛ کیوں کہ اسی چیز کا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی جان، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت کریں، اپنے اموال، جنت اور اس کی حوروں سے بھی زیادہ۔“(۱)

---

(۱) معجم الشیوخ (المعجم الکبیر) ۱/۷۳، احمد بن عبدالمنعم بن احمد

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فرطِ محبت

پھر امام ذہبی نے یہاں تک فرمایا:

”آپ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی فرطِ محبت نہیں دیکھ رہے ہیں! انھوں نے عرض کی: ”الانسجد لک؟“ (کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟) اگر آپ انھیں سجدے کی اجازت دیتے تو وہ سجدۂ تعظیم وتوقیر بجالاتے، نہ کہ سجدۂ عبادت، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انھیں کیا تھا۔ یہی قول اس مسلمان کے تعلق سے بھی ہے، جو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف کو بطورِ تعظیم سجدہ کرے کہ اس کی اصلا تکفیر نہیں کی جائے گی، وہ صرف گنہ گار ہوگا۔ اسے بتایا جائے گا کہ یہ ممنوع ہے۔ اسی طرح قبر مبارک کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا بھی معاملہ ہے۔“ (۱)

(ج) اہلِ بیت سے تعلق اور صالحین سے تبرک

● حافظ خطیب بغدادی [۴۶۳ھ/۱۰۷۱ء] ”تاریخِ بغداد“ میں اپنی سند سے ابوعلی خلال کا یہ قول نقل فرماتے ہیں:

”ما همنى أمر فقصدت قبر موسىٰ بن جعفر فتوسلت به إلا سهل الله تعالىٰ لى ما أحب۔“ (۲) مجھے جب بھی کوئی معاملہ درپیش ہوا تو میں حضرت موسیٰ بن جعفر کی قبر پر حاضر ہوا

---

(۱) معجم الشیوخ (المعجم الکبیر) ۱/ ۷۳، احمد بن عبدالمنعم بن احمد
(۲) تاریخ بغداد/۱/ ۴۴۲ ابن جوزی نے اپنی سند سے ”المنتظم/۹/ ۸۹“ میں اسے ذکر کیا ہے

اور ان کے وسیلے سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کی، تو
اللہ رب العزت نے میرے اس معاملے کو آسان فرما دیا۔

● امام حافظ ابو حاتم محمد بن حبان تمیمی بستی [۳۵۴ھ / ۹۶۵ء] ''کتاب الثقات'' میں امام علی بن موسیٰ رضا بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تذکرے میں فرماتے ہیں:

''آپ کی قبر ''سناباذ'' میں خلیفہ ہارون رشید کے بغل میں ہے، یہ نوقان سے باہر کا علاقہ ہے، زیارت کے لیے مشہور ہے، میں نے کئی دفعہ اس کی زیارت کی ہے۔ طوس میں قیام کے دوران مجھے جب بھی کوئی پریشانی لاحق ہوئی تو میں نے حضرت علی بن موسیٰ رضا صلوات اللہ علی جدہ وعلیہ کی قبر پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے نجات کی دعا کی، تو اللہ رب العزت نے میری دعا قبول فرمائی اور مجھے اس پریشانی سے نجات بخشی۔ اس چیز کا میں نے کثرت سے تجربہ کیا ہے اور اسے ویسے ہی پایا ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہلِ بیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی الفت ومودت میں موت عطا فرمائے۔''(۱)

● امام حافظ ابو نصر بن ماکولا [۴۷۵ھ / ۱۰۸۲ء] ''الاکمال فی رفع الإرتیاب، عن المؤتلف والمختلف فی الأسماء والکنی والألقاب'' میں فرماتے ہیں:

---

(۱) کتاب الثقات/ ۸/ ۴۵۷، ۴، علی بن موسی الرضا، باب العین: ۱۴۴۱۱

”فھو ابو علی بن بیان الزاھد، من اھل دیر العاقول، له کرامات، وقبرہ فی ظاھرھا یتبرک به، وقد زرته۔“ (۱)

ابوعلی بن بیان زاہد ”دیر عاقول“ (۲) کے باشندے ہیں۔ صاحبِ کرامات ہیں، ان کی قبر سے برکت حاصل کی جاتی ہے، میں نے بھی اس کی زیارت کی ہے۔

(د) تصوف سے تعلق رکھنے والے اکابر محدثین

● امام ابوعبداللہ محمد بن فضل فراوی رحمۃ اللہ علیہ [۵۳۰ھ/۱۱۳۶ء]

امام نووی [۶۷۶ھ/۱۲۷۷ء] ”شرح صحیح مسلم“ میں فرماتے ہیں:

ابوعبداللہ فراوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ واصول وغیرہ کے ماہر امام تھے، اسانیدِ صحیحہ عالیہ سے ان سے کثیر روایتیں مروی ہیں، اکنافِ عالم سے طلبہ ان کے پاس سفر کر کے آتے۔ قرب وبعد کے علاقوں اور شہروں میں ان سے خوب روایتیں پھیلیں۔ یہاں تک کہ علما نے فرمایا: ”للفراوی ألف راوی“۔ (فراوی کے ہزار روای ہیں۔) آپ کو ”فقیہ الحرم“ بھی کہا جاتا تھا؛ کیوں کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں خوب علم کی اشاعت کی۔ امام حافظ ابوالقاسم دمشقی معروف ابن عساکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کا ذکر کیا ہے اور وہ آپ کے شایانِ شان تعریف

---

(۱) الاکمال ۱/۳۶۷، باب بنان وبنان وبیان

(۲) بغداد سے تقریباً ۸۰/اسی کلومیٹر دور جنوب مغرب میں واقع ایک شہر

میں رطب اللسان ہیں۔

پھر امام ابوالحسین سے امام عبدالغافر نے روایت کی کہ انھوں نے ان کا ذکر کیا اور فرمایا: ”**هو فقيه الحرم البارع في الفقه والأصول، الحافظ للقواعد، نشأ بين الصوفية في حجورهم ووصل إليه بركات انفاسهم۔**“ (۱) فراوی فقیہِ حرم، فقہ واصول کے ماہر اور قواعدِ فن کے حافظ ہیں۔ صوفیہ کی آغوش میں پرورش پائی اور ان کی برکتوں سے بہرہ ور ہوئے۔

یہاں میں آپ کو متنبہ کر دوں کہ ہم امام فراوی کے حوالے سے گفتگو کر رہے ہیں اور امام نووی نے ابن عساکر از امام، ادیب، محدث بن محدث بن محدث، ”ذیل تاریخ نیسابور“ جیسی کئی کتابوں کے مؤلف عبدالغافر بن اسماعیل بن عبدالغافر فارسی (۲) سے آپ کی تعریف نقل کی ہے کہ آپ نے صوفیہ کی آغوشِ تربیت میں نشو ونما پائی۔ یہ تمام حضرات محدثین وحفاظ ہیں۔ یہ تصوف اور صوفیہ کے حوالے سے ان کی تعظیم وتوقیر کی مثال ہے۔

● **حافظ محمد بن عیسیٰ نیشاپوری جلودی رحمۃ اللہ علیہ [۳۶۸ھ/۹۷۹ء]**

امام نووی فرماتے ہیں:

”امام حاکم ابوعبداللہ نے فرمایا: ابواحمد جلودی شیخ صالح تھے، زاہد اور بڑے عبادت گزار صوفی تھے۔ محققین اکابر مشائخ کی آپ نے صحبت پائی، کتابوں کے نسخے تیار کر کے روزی حاصل

---

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم ۱/۷، مقدمہ: فصل ثانی

(۲) جیسا کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم ۱/۹، مقدمہ: فصل ثانی میں ذکر کیا ہے

کرتے، ابوبکر بن خزیمہ اور ان کے متقدمین علما سے روایتیں سنیں۔حضرت سفیان ثوری کے مذہب پر عامل تھے۔آپ کی وفات سہ شنبہ ۲۴ر ذی الحجہ ۳۶۸ھ میں اسّی برس کی عمر میں ہوئی۔امام حاکم نے فرمایا: ان کی وفات سے صحیح مسلم کا سماع ختم ہوگیا۔جس نے ان کے بعد ابراہیم بن محمد بن سفیان وغیرہ سے حدیث بیان کی وہ ثقہ نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔"(۱)

یہ امام جلودی محدث،صوفی، زاہد ہیں، ان پر امام مسلم بن حجاج کی صحیح کا مدار ہے۔ان کا تصوف ان کے لیے باعثِ برکت اور حصولِ نور کا سبب تھا،عیب ونقص کا ذریعہ نہیں تھا۔

● **شیخ الحرم ابوذر عبد بن احمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ [۴۳۴ھ/ ۱۰۴۳ء]**

یہ اپنے شہر میں ابن سماک سے معروف ہیں، انصاری خراسانی ہروی مالکی ہیں۔امام ذہبی فرماتے ہیں:

"**صاحب التصانیف وراوی الصحیح عن الثلاثۃ المستملی والحموی والکشمیھنی۔**" ابوذر کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور ابواسحاق مستملی، ابومحمد حموی، ابوہیثم کُشمیھنی تینوں سے صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

یہاں تک کہ فرمایا:

"**قال عبدالغافر بن اسماعیل فی "تاریخ نیسابور": کان أبو ذر زاھدا ،ورعا ،عالما ،سخیا ،لایدّخر شیئا وصار**

---

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم ۱/۷،مقدمہ: فصل ثانی

من كبار مشيخة الحرم مشارا اليه فى التصوف خرج على الصحيحين تخريجا حسنا وكان حافظا كثير الشيوخ۔"(۱)

امام عبدالغافر بن اسماعیل نے "تاریخِ نیشاپور" میں فرمایا کہ ابوذر زاہد، متقی، عالم اور سخی تھے، اپنے پاس کوئی چیز جمع کر کے نہ رکھتے، اکابر مشائخِ حرم میں آپ کا شمار ہوتا ہے، تصوف کے حوالے سے مرجعِ خلائق تھے، صحیحین بخاری ومسلم کی عمدہ تخریج بھی فرمائی ہے، آپ حافظِ احادیث اور کثیر مشائخ سے سماع رکھتے تھے۔

(ہ) قبروں کے پاس درس ومطالعۂ حدیث

امام حافظ ابوعمرو بن صلاح رحمۃ اللہ علیہ [۶۴۳ھ/ ۱۲۴۵ء] "**صیانۃ صحیح مسلم**" میں ضبطِ راوی کے تعلق سے اختلافات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وہ میرے نزدیک اصل سے منتخب نسخے کے مطابق درست ہے، اس میں ہمارے شیخ ابوالحسن طوسی کے سماع کا تذکرہ ہے اور اس نسخے پر ان کے شیخ فراوی کی تحریر بھی ہے، اس میں امام مسلم کی قبر کے پاس ان سے صحیح مسلم پڑھنے کا ذکر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"(۲)

"**المقدمة**" میں انھوں نے یہ بھی فرمایا:

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، ۷/۱۷/۵۵۹، طبقہ:۲۳، ابوذر الہروی

(۲) صیانۃ صحیح مسلم من الاخلال والغلط وحمایتہ من الاسقاط والسقط، ص:۱۲۶، تنبیہات

''جب میں نے نیشا پور میں شیخ مسند ابوالحسن المؤید بن محمد بن علی مقری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حدیث پڑھی تو انھوں نے مجھے خبر دی کہ میں نے ایک مرتبہ امام مسلم بن حجاج کی قبر کے پاس حدیث پڑھی ہے، پھر انھوں نے یہ سند بیان فرمائی: **اخبرنا فقیہ الحرم ابو عبد اللہ محمد بن فضل الفراوی عند قبر مسلم۔** آخرِ سند تک۔''(۱)

یہ محدثین وحفاظ ہیں، جو حدیث کی بڑی کتابیں ان کے مولفین حفاظ ومحدثین کی قبروں کے پاس پڑھا کرتے، اس پر فخر کرتے اور یہ بات پوشیدہ نہ رکھتے، بلکہ اسے اپنی کتابوں میں ضبطِ تحریر لاتے اور اسانیدِ روایت سے مزین کرتے۔

(و) میلادِ نبوی کے موضوع پر تالیفات

حفاظ اور ناقدینِ حدیث کی ایک کثیر تعداد نے مولدِ نبوی کے تعلق سے کتابیں تالیف کی ہیں۔ ان میں سے چند کے اسما درج ذیل ہیں:

● **حافظ ابوالخطاب عمر بن دحیہ کلبی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ [۶۳۳ھ/۱۲۳۶ء]**

میلادِ نبوی پر آپ کی ایک عظیم کتاب ہے، جس کا نام ''**الدر المنظم فی المولد المعظم**'' ہے۔ اس کتاب میں اندلس اور مراقش کی اعلیٰ شخصیات کی عالی سندیں اور روایات موجود ہیں۔ لیکن اسے آپ مکمل نہیں کر سکے، اس کی تکمیل آپ کے صاحب زادے محدث محمد بن احمد سلطان سبتہ ابوالقاسم عزفی نے کی۔ حافظ ابن حجر نے اس کتاب کے تعلق سے اپنی سند بیان کی ہے۔

مسند الدنیا سید عبدالحی کتانی نے فرمایا: اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں ضرور

---

(۱) مقدمۃ ابن الصلاح ر ص ۲۴۵، النوع الخامس والستون: معرفۃ أوطان الرواۃ۔

ان کی کتاب سے بطورِ نمونہ ایک فصل ذکر کرتا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ میلادِ نبوی کے تعلق سے متاخرین کی کتابوں میں چھٹی اور ساتویں صدی کے مولفین کی کتابوں کی صرف تھوڑی سی جھلک ملتی ہے۔(۱)

● حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ [۷۷۴ھ/ ۱۳۷۲ء]

آپ ''التفسیر، البدایۃ والنہایۃ'' کے مؤلف اور ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں۔ شیخ عبدالحی کتانی [۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء] فرماتے ہیں:

> ''یہ بہت تعجب کی بات ہے کہ ابن تیمیہ کے اصحاب بھی میلاد پر کتابیں لکھنے والوں کی فہرست میں شامل ہیں۔''(۲)

● حافظ زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ [۸۰۶ھ/ ۱۴۰۳ء]

آپ کی کتاب کا نام ''المورد الھنی فی المولد السنیٔ'' ہے۔ یہ ایک جلد میں شائع ہو چکی ہے۔

● حافظ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ [۸۰۷ھ/ ۱۴۰۴ء]

آپ ''مجمع الزوائد'' کے مؤلف ہیں۔ ان کی میلاد پر ایک وقیع کتاب ہے، جس پر تیرھویں صدی ہجری کے معروف عالم شیخ حجاز بن عبدالمطلب عدوی کا حاشیہ ہے۔

● حافظ محمد بن محمد ابن جزری شافعی رحمۃ اللہ علیہ [۸۳۳ھ/ ۱۴۳۰ء]

ان کی دو کتابیں ہیں:

''التعریف بالمولد الشریف'' اور اس کا اختصار ''عرف التعریف فی المولد الشریف'' کے نام سے خود آپ نے تیار کیا ہے۔

---

(۱) التالیف المولدیۃ، حرف الدال، الدر المنظم

(۲) التآلیف المولدیۃ، الفتاوی والاحکام

● حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ [۸۴۲ھ/ ۱۴۳۸ء]

آپ کی کتاب "**جامع الاٰثار فی مولد النبی المختار**" ہے۔ یہ بھی طبع ہو چکی ہے۔

● حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ [۸۵۲ھ/ ۱۴۴۸ء]

ان کی بھی میلاد پر ایک کتاب ہے، جس کا ذکر علامہ شیخ محمد بن علی شنوانی نے "**الدرر السنیة**" میں کیا ہے۔

● حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ [۹۱۱ھ/ ۱۵۰۵ء]

میلاد پر آپ کی کتاب "**حسن المقصد فی عمل المولد**" ہے۔

ان کے علاوہ کثیر حفاظ ومحدثین اور صاحبانِ آثار ہیں، جن کی تعداد سو سے زائد ہے۔ مسند الدنیا شیخ محمد عبدالحی کتانی [۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء] نے ان تمام کا ذکر "**التاٰلیف المولدیة فی التعریف بما افرد بالتصنیف فی المولد الشریف**" نامی ایک کتاب میں کیا ہے اور اس میں انھوں نے کافی محنت کی ہے۔(۱)

(ز) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل

امیر المومنین فی الحدیث امام احمد بن حنبل [۲۴۱ھ/ ۸۵۵ء] نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل کے قائل تھے۔ ابن تیمیہ نے "**مجموع الفتاویٰ**" میں اسے ذکر کیا ہے اور کہا ہے:

> "**ولذٰلک قال أحمد فی منسکه الذی کتبه للمروذی صاحبه انه یتوسل بالنبی فی دعائه۔**"(۲) یہی وجہ ہے کہ

---

(۱) التاٰلیف المولدیة، دار الحدیث الکتانیة، طنجة، المملکة المغربیة، ۱۴۳۲ھ-۲۰۱۱ء
(۲) مجموع الفتاویٰ/ ۱/ ۱۴۰، فصل فی الشفاعة المنفیة فی القرآن

امام احمد نے ''مناسکِ احمد للمروزی'' میں فرمایا ہے کہ وہ دعا میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل کیا کرتے تھے۔

بعد میں حضراتِ حنابلہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل مستحب ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن مُفلح مقدسی [۷۶۲ھ/۱۳۶۱ء] نے ''الفروع'' میں کہا ہے:

''ویجوز التوسل بصالح وقیل یستحب۔ قال أحمد فی منسکه الذی للمروذی انه یتوسل بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی دعائه وجزم به فی المستوعب وغیره۔''

(۱) صالحین سے توسل جائز ہے اور ایک قول کے مطابق مستحب بھی ہے۔ امام احمد نے ''مناسکِ احمد للمروزی'' میں فرمایا ہے کہ وہ دعا میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل کیا کرتے تھے۔ مستوعب وغیرہ میں بھی اسی پر جزم کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ

اسی موقف پر اکابر حفاظ اور ناقدینِ حدیث کی ایک بڑی تعداد ہے۔ یہاں تک کہ حافظ ابن حجر عسقلانی [۸۵۲ھ/۱۴۴۸ء] نے اپنے دیوان میں فرمایا ہے:

یاسیدی! یارسول اللہ! قد شرفت
قصائدی بمدیح فیک قد وصفا

اے میرے آقا! اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کی مدحت سرائی سے میرے قصیدے کو شرف حاصل ہو گیا۔

---

(۱) الفروع، ۲/ ۱۲۷، فصل: ویصلی بھم کالعید

مدحتک الیوم، أرجو الفضل منک غدا

من الشفاعة، فألحظنی بها طرفا

آج میں نے آپ کی ثنا خوانی کی ہے، کل بہ روزِ قیامت شفاعت کی صورت میں آپ کے فضل وکرم کا امید وار ہوں، میری طرف نظرِ رحمت فرمائیے گا۔

أجزت کعبا فحاز الرفع من قدم

علی الرؤوس ونال البشر والتحفا

آپ نے حضرت کعب کو چادر عنایت فرمائی تو ان کا مرتبہ اس قدر بڑھا کہ ان کے قدم لوگوں کے سروں پر پہنچ گئے اور انھیں بشارتیں وتحائف حاصل ہوئے۔

وقد الفت قیامی فی المدیح الی

ان قال من لام قد أبصرته الفا

میں آپ کی مدحت سرائی میں اس قدر مشغول ہوگیا کہ ملامت کرنے والوں نے کہا کہ میں آپ کی محبت میں جنون ووارفتگی کا شکار ہوگیا ہوں۔

بباب جودک عبد مذنب کلف

یا احسن الناس وجها مشرقا وقفا

آپ کے بابِ سخاوت پر ایک خطا کار وعصیاں شعار کھڑا ہے۔ اے وہ ذات! جس کا چہرہ حسن میں تمام لوگوں سے بڑھ کر ہے اور جس کا سر سب سے بلند ہے۔

بکم توسل یرجو العفو عن زلل

من خوفه جفنه الهامی لقد ذرفا

یہ غلام آپ ہی کے وسیلے کا طالب ہے اور ان گناہوں کی بخشش کا خواستگار ہے، جن کے خوف کے سبب اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

وإن یکن نسبة یعزیٰ إلی حجر

فطالما فاض عذبا طیبا وصفا(۱)

اگر چہ اس کی نسبت حجر (پتھر) کی طرف ہے، لیکن اس سے بھی کبھی کبھی صاف ستھرا شیریں چشمہ پھوٹ پڑتا ہے۔

یہ بھی انھیں کے اشعار ہیں:

وأرسله اللہ المهیمن رحمة

فلیس له فی المرسلین مماثل

اللہ رب العزت نے انھیں سراپا مہربان بنا کر بھیجا، سارے رسولوں میں ان کا کوئی ہم پلہ نہیں۔

فما تبلغ الأشعار فیه ومدحه

به ناطق نص الکتاب وناقل

میرے اشعار ان کی مدحت سرائی سے قاصر ہیں، ان کی مدحت تو کتاب اللہ کی آیتیں کر رہی ہیں۔

نعم ان فی کعب وحسان أُسوة

وغیرهما، فلیهن من هو فاضل

---

(۱) دیوان الحافظ ابن حجر ص ۱۶، الثالثۃ: مدح النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہاں! کعب، حسان وغیرہ کی ذات میں ہمارے لیے اعلیٰ نمونہ ہے۔لہذا! ہر صاحبِ فضل وکمال کو چاہیے کہ ان کی بارگاہ میں اپنے آپ کوکم تر ظاہر کرے۔

فهات فان يسعدک بالمدح مِقوَل

فانک فی ظل السعادة قائل

ان کی تعریف کیجیے، اگر ان کی مدحت سرائی میں کوئی ایک جملہ بھی نکل جائے ،تو یہ تمھارے لیے سعادت مندی اور فیروز بختی کی بات ہے۔

ولی ان توسلت الهناء بمدحه

لانی مستجد هناک وسائل(۱)

اگر میں آپ کی مدحت کے ذریعے مسرت وشادمانی طلب کروں؛تو ضرور میں سوال کرنے اور مراد پانے والا ہوں گا۔

(ح) محدثین کی دعائیں

جو امام ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ [۴۱۲ھ/۱۰۲۱ء] کی کتاب ''الفتوۃ'' کا مطالعہ کرے گا اور عاصیوں کے ساتھ صوفیہ کی عفو و درگزر اور ان کی شفقت کے مظاہر دیکھے گا تو اسے حیران کن باتیں ملیں گی۔ دراصل جو صوفیہ کا منہج ہے وہی حفاظ و ناقدین محدثین کا بھی مسلک ہے۔(۲)

---

(۱) دیوان الحافظ ابن حجر ص: ۲۲، الخامسة: مدح النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۲) افادۂ عام کے پیش نظر ''الفتوۃ'' کا اردو ترجمہ کیا جا چکا ہے اور یہ شرف بحمد اللہ! راقم کے حصے میں آیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی پرسوز دعا

حافظ خطیب بغدادی [۴۶۳ھ/۱۰۷۱ء] ''تاریخِ بغداد'' میں فرماتے ہیں:

''مجھے ازہری نے خبر دی، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے احمد بن ابراہیم بن شاذان نے خبر دی، ان سے ابو عیسیٰ عبدالرحمٰن بن زاذان بن یزید بن مخلد رزاز نے ''قطیعۃ بنی جدار'' (۱) میں حدیث بیان کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں شہر میں بابِ خراسان کے پاس تھا، ہم نے امام احمد بن حنبل کی موجودگی میں وہاں بیٹھ کر نماز پڑھی۔ میں نے انھیں فرماتے ہوئے سنا: ''اَللّٰھُم من كان على غير هدى او علىٰ رأى، وهو يظن أنه على الحق، فرده إلى الحق، حتى لا يضل من هٰذه الامة أحد۔'' (۲)

اے اللہ! اس امت کا اگر کوئی فرد حق پر نہ ہو یا کسی رائے پر قائم ہو اور حق پر ہونے کا گمان رکھتا ہو تو اسے حق کی طرف لوٹا دے تا کہ اس امت کا کوئی فرد گم راہ نہ ہونے پائے۔

بلکہ حالتِ سجدہ میں امام احمد دعا کیا کرتے تھے: ''اللهم من كان من هٰذه الامة على غير الحق، وهو يظن أنه على الحق، فرده إلى الحق، ليكون من أهل الحق۔''

اے اللہ! اگر اس امت کا کوئی فرد حق پر نہ ہو اور وہ اپنے آپ کو

---

(۱) بغداد کا ایک محلہ، جہاں کے باشندگان ''جدری'' کہلاتے ہیں۔

(۲) تاریخ بغداد، ۱۰/ ۲۸۷، ذکر من اسمہ عبدالرحمٰن۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت

حق پر گمان رکھتا ہو تو اسے حق کی طرف لوٹا دے تا کہ وہ اہلِ حق سے ہو جائے۔ نیز کہا کرتے تھے: ”**اللھم ان قبلت عن عصاۃ امۃ محمد-صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم-فداءً فاجعلنی فداھم**“۔ اے اللہ! اگر تو امتِ محمدیہ کے گنہ گاروں کی طرف سے کوئی فدیہ قبول فرمائے تو مجھے ہی ان کے فدیے میں قبول فرمالے۔ اسے ابویعلیٰ نے ”**طبقات الحنابلة**“ میں نقل کیا ہے۔(۱)

---

(۱) طبقات الحنابلة ۱/ ۲۰۵، عبدالرحمٰن بن عمرو بن صفوان بصری

خلاصۂ بحث

بلا قیل وقال محدثین وحفاظ تصوف اور صالحین سے محبت اور تعلقِ خاطر رکھتے ہیں۔ انھیں ان سے کوئی کینہ اور تعصب نہیں ہے۔ ان سب کے عقائد محفوظ اور صاف ہیں۔ وہ عقائد میں صاحبانِ بصیرت وتحقیق ہیں، خطا ونقص نے ان کی جانب بالقصد راہ نہیں پائی۔ اللہ رب العزت کے حق میں کیا محال ہے، کیا جائز ہے، کیا واجب ہے، اس بارے میں وہ دقتِ نظر رکھتے ہیں۔ نہ وہ شرک وکفر کے بھنور میں پھنسے اور نہ ان کے قدم ڈگمگائے۔ بلکہ وحی شرعی کے اشارات، مفاہیم، ظاہر وخفی مدلولات کو سمجھتے ہیں۔ پھر صاف وشفاف تصوف کی راہ اختیار کرتے ہیں، وہ دوسروں سے زیادہ بدعت، دین میں زیادتی اور شرعی حدود سے تجاوز کو ناپسند کرتے ہیں۔

پس نوشت

اخیر میں عرض ہے کہ نہایت ہی عجلت میں لکھی گئی یہ ابتدائی تحریر ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مزید تحقیق وتفتیش کے بعد میں اس پر تفصیلی گفتگو کروں گا، تاکہ معاملہ صاف وشفاف ہوجائے اور نتیجتاً اس حوالے سے محدثین کی کثیر جماعتوں کا موقف سامنے آجائے، تاکہ کسی کے لیے اس میں شک کی گنجائش نہ رہے کہ بابِ عقائد میں محدثین کا منہج درست ہے اور چند حضرات کے علاوہ جمہور محدثین حضراتِ اشاعرہ وماتریدیہ کے عقائد پر ہیں۔ وہ صاف وشفاف تصوف کی جانب اپنی نسبت کرتے ہیں، اس کی عظمتِ شان بیان کرتے ہیں اور ہر طرح کی آمیزش اور کدورتوں سے تصوف کو پاک کرنے کے لیے تحقیق وتدقیق کا کام انجام دیتے ہیں۔ **واللہ تعالیٰ من وراء القصد وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔**

○○○

کتابیات

(۱)الابانۃ عن اصول الدیانۃ/ امام ابوالحسن اشعری (۳۲۴ھ) دارالانصار، قاہرہ

(۲)المستدرک/ امام حاکم نیشاپوری (۴۰۵ھ) دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۱ھ

(۳)اعتقاد الامام ابن حنبل/عبدالواحد تمیمی (۴۱۰ھ)، دارالمعرفۃ، بیروت

(۴) الاسماء والصفات للبیہقی / امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (۴۵۸ھ)، مکتبۃ السوادی للتوزیع، جدہ، ۱۴۱۳ھ

(۵) التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید/ امام یوسف ابوعمر بن عبداللہ، المعروف ابن عبدالبر (۴۶۳ھ)، وزارۃ عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ، المغرب ۱۳۸۷ھ

(۶) الاکمال فی رفع الارتیاب/ ابونصر بن ماکولا (۴۷۵ھ) دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۱ھ

(۷) الجام العوام عن علم الکلام/ امام غزالی (۵۰۵ھ)، المطبعۃ المیمنیۃ، مصر، ۱۳۰۹ھ

(۸) المحرر الوجیز/ امام عبدالحق ابن عطیہ محاربی (۵۴۱ھ) دارالکتب العلمیۃ، بیروت

(۹) المنہاج شرح مسلم بن الحجاج /امام یحییٰ بن شرف نووی (۶۷۶ھ) دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۹۲ھ

(۱۰)البحر المحیط فی التفسیر/محمد ابوحیان اندلسی (۷۴۵ھ) دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ

(۱۱) الفروع/ ابن مفلح مقدسی (۷۶۲ھ) دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۸ھ

(۱۲)البحر المحیط/ امام محمد زرکشی (۷۹۴ھ) دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

(۱۳) الفیۃ السیوطی فی علم الحدیث/ حافظ عبدالرحمٰن بن کمال الدین، المعروف جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت

(۱۴) اَلاتقان فی علوم القرآن/ حافظ عبدالرحمٰن بن کمال الدین، المعروف جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، ۱۳۹۴ھ

(۱۵) العین والاثر فی عقائد أھل الاثر/ امام عبدالباقی مواہبی حنبلی (۱۰۷۱ھ)، دار المامون للتراث، بیروت، ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷ء

(۱۶) التآلیف المولدیۃ فی التعریف بما افرد بالتصنیف فی المولد الشریف/ شیخ عبدالحی بن عبدالکبیر کتانی (۱۳۸۲ھ) دارالحدیث الکتانیۃ، طنجۃ، المملکۃ المغربیۃ، ۱۴۳۲ھ

(۱۷) تاریخ بغداد/ شیخ ابوبکر احمد بن علی، المعروف خطیب بغدادی (۴۶۳ھ) دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۱۸) ترتیب المدارک وتقریب المسالک/ قاضی عیاض بن موسیٰ یحصبی (۵۴۴ھ) دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۸ء

(۱۹) دیوان الحافظ ابن حجر/ حافظ احمد بن علی، المعروف ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) المملکتبۃ العربیۃ، حیدرآباد، الہند، ۱۳۸۱ھ-۱۹۶۲ء

(۲۰) ذم التاویل/ علامہ ابن قدامہ حنبلی (۶۲۰ھ) الدارالسلفیۃ، الکویت

(۲۱) سیر اعلام النبلاء/ علامہ ذہبی (۷۴۸ھ)، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۵ء

(۲۲) شفاءالغلیل فی بیان الشبہ والمخیل ومسالک التعلیل/ امام ابوحامد غزالی (۵۰۵ھ) مطبعۃ الارشاد، بغداد، ۱۳۹۰ھ-۱۹۷۱ء

(۲۳) صحیح البخاری/ امام محمد بخاری (۲۵۶ھ)، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۴۲۲ھ

(۲۴) صیانۃ صحیح مسلم من الاخلال والغلط وحمایتہ من الاسقاط والسقط/ حافظ ابوعمرو بن صلاح (۶۴۳ھ) دارالغرب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۸ھ

(۲۵) طرح التثریب فی شرح التقریب/ حافظ عبدالرحیم بن حسین عراقی (۸۰۶ھ) داراحیاء التراث العربی، بیروت

(۲۶) فضل علم السلف علی الخلف/ حافظ زین الدین ابن رجب حنبلی (۷۹۵ھ) دار الصمیعی للنشر والتوزیع، ریاض ۱۴۰۶ھ

(۲۷) فتح الباری/حافظ احمد بن علی، المعروف ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ

(۲۸) قواعد التصوف/ شیخ احمد زروق (۸۹۹ھ) دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۶ھ

(۲۹) کتاب الثقات/ حافظ ابو حاتم محمد بن حبان تمیمی (۳۵۴ھ) دائرۃ المعارف العثمانیۃ، الھند، ۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳ء

(۳۰) لمعۃ الاعتقاد/ علامہ ابن قدامہ حنبلی (۶۲۰ھ) الدار السلفیۃ، الکویت

(۳۱) لوامع الانوار البھیۃ وسواطع الاسرار الاثریۃ لشرح الدرۃ المضیۃ فی عقد الفرقۃ المرضیۃ/ شیخ محمد بن احمد سفارینی حنبلی (۱۱۸۸ھ) مؤسسۃ الخافقین ومکتبتھا، دمشق ۱۴۰۲ھ

(۳۲) متن العقیدۃ الطحاویۃ/ امام طحاوی (۳۲۱ھ) دار ابن حزم، بیروت، ۱۹۹۵ء

(۳۳) معالم السنن/ احمد بن محمد بستی خطابی (۳۸۸ھ) المطبعۃ العلمیۃ، حلب ۱۳۵۱ھ

(۳۴) مقدمۃ ابن الصلاح/ ابو عمرو بن صلاح (۶۴۳ھ) مکتبۃ الفارابی ۱۹۸۴ء

(۳۵) مجموع الفتاویٰ/ احمد بن عبد الحلیم، المعروف ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)، مجمع الملک فھد لطباعۃ المصحف الشریف، السعودیۃ

(۳۶) معجم الشیوخ (المعجم الکبیر) / امام شمس الدین ذہبی (۷۴۸ھ) مکتبۃ الصدیق، الطائف، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸ء

(۳۷) مدارج السالکین بین منازل إیاک نعبد وإیاک نستعین/ حافظ محمد بن ابوبکر، المعروف ابن قیم جوزی (۷۵۱ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۳۹۳ھ

(۳۸) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح /علی بن سلطان، المعروف ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) دار الفکر، بیروت ۱۴۲۲ھ